عمری

ول پاک

صلی اللہ علیہ وسلم

ک ڈپو نولکھا بازار لاہور (پاکستان)

(جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں)

297.63
M 9525
1955

حضور کی سیرت پاک کی بہترین کتب

Acc. NO: 20411NS
Date: 16-09-2022
Managed by Chughtai Public Library

سوانحعمری رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ و مرتبہ

الحاج حضرت مولینا محمد علی صاحب امام مسجد جامع لاہور

مرتب از تاریخ ابن خلدون، صحیح بخاری، سیرت النبی، تاریخ طبری
تاریخ عالم اسلام، آفتاب عالم، رحمۃ للعالمین۔ انسائیکلو پیڈیا۔
تاریخ محمدی مرتبہ واشنگٹن۔ تاریخ سیر المتاخرین، قصص الانبیاء وغیرہ

منگوانے کا پتہ

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

معرکۂ کربلا

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

دنیا میں بہت سے حادثات ہوئے۔ خدا کے نیک بندوں پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔ پیغمبروں اور اولیاؤں کے امتحانات لئے گئے۔ لیکن جو مصیبت جگر گوشہ رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ جو صبر آزما امتحان آپ کا لیا گیا تاریخی اور مذہبی دنیا میں اس کی نظیر آج تک نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؓ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے مفصل حالات صحیح تاریخوں سے اخذ کر کے نہایت سلیس اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے صبر و استقلال جرأت و ہمت بیکسی و مظلومی و بے چارگی کا مرقع ہے۔ اس قدر زیادہ صحیح واقعات آپ کو کسی دیگر کتاب میں نہ مل سکیں گے۔ قاتلان حسینؓ کا عبرتناک انجام بھی دکھایا گیا ہے۔ قیمت پانچ روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

حجازی پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسمعیل پرنٹر چھپوا کر پبلشر محمد جہانگیر صاحب نے شائع کی

سوانحعمری

رسولِ پاک

شجرہ

حضرت آدم[۱]۔ شیث[۲]۔ انوش[۳]۔ قینان[۴]۔ مہلائیل[۵]۔ یرد[۶]۔ اخنوخ[۷] انہیں ادریس بھی کہتے ہیں۔ متوشلخ[۸]۔ لمک[۹]۔ حضرت نوح[۱۰] علیہ السلام۔ سام[۱۱]۔ ارفخشد[۱۲] شالخ[۱۳] انہیں صالح بھی کہتے ہیں۔ عابر[۱۴] انہیں ہود کہتے ہیں۔ فالغ[۱۵]۔ ارعو[۱۶] ساروغ[۱۷]۔ ناحور[۱۸]۔ تارخ[۱۹] انہیں آزر بھی کہتے ہیں۔ یہ مشہور بت تراش تھے۔

حضرت ابراہیم[۲۰] خلیل اللہ۔ حضرت اسمٰعیل[۲۱] ذبیح اللہ۔ قیدار[۲۲]۔ عوام[۲۳]۔ عوص[۲۴]۔ اکلل مر[۲۵]۔ سلامانے[۲۶]۔ بذراخ[۲۷]۔ ناجب[۲۸]۔ یعطر[۲۹]۔ ایہام[۳۰]۔ اقتاد[۳۱]۔ عیشے[۳۲]۔ حسان[۳۳]۔ عنقا[۳۴]۔ ارعا[۳۵] بلخی[۳۶]۔ مجری[۳۷]۔ ہمری[۳۸]۔ یسین[۳۹]۔ حمران[۴۰]۔ الرعا[۴۱]۔ عبید[۴۲]۔ عنف[۴۳]۔ عسق[۴۴]۔ ماصی[۴۵]۔ ناخور[۴۶]۔ مقاحم[۴۷]

کالح۔ ابدلائی۔ یلیاہر مصر۔ ناسل ابی العلوام۔ تبساویل۔ برئہ۔ عوص دوم۔
سلامان حمول۔ الیسع اول۔ اودد اول۔ عدنان اول۔ معد اول۔ حمل۔ نابت
سلامان دوم۔ الیسع دوم سالیسع۔ ادد دوم۔ اد۔ عدنان دوم۔ معد ثانی۔ نزار
معضر۔ الیاس۔ مدرکہ۔ خزیمہ۔ کنانہ۔ النضیر۔ مالک۔ فہر یا قریش۔ غالب۔ لوی
کعب۔ مرہ۔ کلاب۔ قصی۔ عبد مناف۔ ہاشم۔ عبد المطلب (انہیں شیبہ بھی کہتے
ہیں)۔ عبد اللہ۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس شجرہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت آدم تک آنحضور صلعم کی نوے پشت تھیں۔

آمد سحر

حضرت محمد صلعم کی ولادت سے پہلے دنیا وجہاں پر کفر وضلالت اور بے حیائی۔ بدکاری۔ درندگی۔ سفاکی اور جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ دنیا کا تمدن برباد ہو گیا تھا۔ تہذیب مٹ گئی تھی۔ اور مذاہب بدل گئے تھے۔ توحید کی روشنی کسی ملک میں کہیں نظر نہ آتی تھی ربع مسکوں پر لامذہبیت کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور تمام عالم اخلاقی پستی اور نحوست وادبار کے قعر میں گرا ہوا تھا۔ اگر بر ائے چندے اور یہی کیفیت رہتی۔ تو شاید نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ اور انسان کو انسان ہی ختم کر ڈالتا۔

اس دور میں ہر ملک میں قربانی کا رواج تھا۔ اور معبد گاہوں پر انسانوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ جہل و کفر کی تاریکی کو دیکھ کر نیک اور توحید کے متلاشی طبیعتیں گھبرا اٹھی تھیں۔ اور وہ وحدانیت کی روشنی کی تلاش میں سرگرم ہو گئی تھیں۔

لیکن کسی ملک اور کسی مذہب میں بھی توحید نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ تمام مذاہب جو توحید کے علمبردار تھے۔ کسی نہ کسی طریقہ پر شرک کرنے لگے تھے۔ اور ساری دنیا مشرک بن گئی تھی۔ اب ضرورت تھی۔ کہ کسی ایسے ہادی کو جو دنیا و جہاں کی رہبری کرے۔ قوموں کی نااتفاقی کو مٹا دے۔ کفر و شرک کو نیست و نابود کر دے۔

اور ایسا تمدن اور ایسی تہذیب رائج کرے۔ جسے دنیا مان لے۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے ختم الانبیا اور ہادیٔ کامل حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کو پیدا کیا۔ آفتابِ رسالت ریگزارِ عرب سے طلوع ہوا۔ اور اسکی روشنی کرۂ ارض پر پڑنے لگی۔

چاہِ زمزم کی دوبارہ برآمدگی

دورِ جہالت و ضلالت میں لوگ جب کوئی چیز چھپانا چاہتے۔ تو اسے چاہِ زمزم میں ڈال دیتے۔ ان متواتر و مسلسل چیزوں کے پڑنے سے زمزم اٹ گیا۔ اور مدتوں اسی حالت میں رہنے کی وجہ سے ایسا انکھول

سے مستور رہوا۔ کہ اس کا پتہ ونشان ہی مٹ گیا۔ صرف اس کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر رہ گیا۔

غرض اس طرح اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے مدت گذر گئی۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب مکہ کے سردار مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر چاہ زمزم کی تلاش کرنا شروع کر دی۔ جگہ جگہ کھودا۔ لیکن کہیں بر آمد نہ ہوا۔ مگر وہ برابر اس کی جستجو کرتے رہے اگرچہ لوگوں نے ان کا مذاق بھی اڑایا۔ لیکن انہوں نے اس تمسخر کی کوئی پرواہ نہ کی۔

ایک روز انہوں نے خواب میں چاہ زمزم کا نشان دیکھا۔ صبح جب اس مقام پر پہنچے۔ تو وہ جگہ تھی۔ جہاں اساف اور نائلہ دو بت رکھے تھے۔ انہوں نے بت ہٹانے چاہے۔ قریش نے ممانعت و مخالفت کی۔ اور لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔

لیکن عبدالمطلب کا گھرانا کوئی معمولی گھرانا نہ تھا۔ تمام قریش ان کا لحاظ کرتے تھے۔ اور سارے قبائل قبیلۂ قریش کو مانتے تھے۔ وہ بھی ٹوٹ گئے۔ اگرچہ اس معاملہ میں ان کے قبیلہ نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ مگر وہ دونوں باپ اور بیٹا ہی جمے رہے۔ اور آخر دونوں ہی ممانعت کرنے والوں پر غالب آئے۔ اور بت ہٹا کر زمین کھودنے میں مصروف ہو گئے۔

زمین کھودتے وقت انہیں خیال ہوا۔ کہ اگر ان کے زیادہ بیٹے ہوتے تو ان کا ساتھ دیتے۔ اور کسی کو ان سے مخالفت کرنے کی جرائت نہ ہوتی۔

چنانچہ انہوں نے منت مانی۔ کہ اگر میرے دس بیٹے ہوئے۔ تو میں ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربانی دوں گا۔

چند روز کے بعد چاہ زمزم برآمد ہو گیا۔ اہلِ مکہ پر ان کی بزرگی اور سرداری کا سکہ بیٹھ گیا۔ دوسرے تمام قبائل بھی ان کا ادب و احترام کرنے لگے۔

ذبیح ثانی

کچھ ہی عرصے کے بعد عبدالمطلب کے دس ہی بیٹے ہو گئے۔ جب وہ سب جوان ہوئے۔ تو انہیں اپنی منت کا خیال آیا۔ چنانچہ انہوں نے پجاریوں سے ذکر کیا۔

پجاریوں نے کہا۔ کہ اپنے بیٹوں کے نام قرعہ ڈالو۔ جس کا نام نکلے۔ اسے قربانی چڑھا دو۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ ان پانچ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

ابولہب، ابوطالب، حضرت حمزہ، حضرت عباس اور حضرت عبداللہ ابولہب کی بابت مشہور ہے۔ کہ وہ بہت زیادہ حسین و جمیل تھا۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ ابولہب کا نام تو کچھ اور تھا۔ لیکن عبدالمطلب نے اسے یہ لقب دیا۔ اور یہ لقب ہی مشہور ہو گیا۔

عبدالمطلب اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو لے کر خانہ کعبہ میں آئے۔ اور ہبل کے سامنے پہنچ کر قرعہ اندازی کی۔ اتفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ

کے نام نکلا۔

عبدالمطلب کو اپنے تمام بیٹوں میں حضرت عبداللہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ تھے بھی متین و حلیم و فرمانبردار۔ خوب صورت بھی کافی تھے۔ ان سے ان کے تمام بھائی اور سب بہنیں بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔ جب ان کا نام قرعہ میں نکلا۔ تو عبدالمطلب کو بڑا فکر اور غم و قلق تھا۔ لیکن منت پوری کرنی تھی۔

چنانچہ وہ حضرت عبداللہ کو لے کر قربان گاہ کی طرف چلے۔ تمام بھائی اور ساری بہنیں رونے لگیں۔ بہنوں نے کہا۔ کہ ہم میں سے کسی کو قربان کر دو مگر عبداللہ کو بچالو۔ یہی بھائیوں نے بھی کہا۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا۔

اس وقت امراء و شرفاء مکہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو۔ چنانچہ عبدالمطلب نے پجاریوں سے کہا اور پجاریوں نے قرعہ اندازی شروع کی۔ اہل عرب میں خونبہا دس اونٹ تھے۔ اس لئے دس اونٹ تجویز کئے گئے۔

لیکن قرعہ پھر بھی عبداللہ ہی کے نام نکلا۔ غرض اس طرح ہر مرتبہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے۔ یہاں تک کہ سو اونٹوں پر نوبت پہنچ گئی۔ تب اونٹوں پر قرعہ آیا۔ لیکن عبدالمطلب نے احتیاط کے خیال اور تسکین قلب کے لحاظ سے دو مرتبہ پھر قرعہ ڈلوایا۔ اور دونوں مرتبہ اونٹوں ہی کے نام نکلا۔

چنانچہ سو اونٹ قربان کر دئے گئے۔ اور حضرت عبداللہ بچ گئے۔

اسی وقت سے قریش میں ایک آدمی کا خون بہا سو اونٹ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد عبدالمطلب کے اور بھی اولاد ہوئی۔ اور کل تیرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

حارث۔ ابولہب۔ ضرار۔ عبدالکعبہ۔ زبیر۔ حجل۔ مقوم۔ قثم۔ غیداق ابوطالب حمزہ۔ عباس۔ عبداللہ۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

ام حبیبہ۔ صفیہ۔ امیمہ۔ برہ۔ ام حکم اور اروی

آنحضور صلعم فرمایا کرتے تھے۔ کہ انا ابن الذبیحین۔ یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا۔ کہ خدا کے حکم سے انہیں ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کرنا چاہا تھا۔ اور مینڈھا ذبح کیا گیا جس سے قربانی مسلمانوں پر فرض ہوئی۔ دوسرے حضرت عبداللہ کا کہ انہیں بھی قربانی کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن سو اونٹ قربان کئے گئے

حضرت عبداللہ کی شادی

جب حضرت عبداللہ قربانی سے بچ گئے۔ تو عبدالمطلب کو ان کی شادی کی فکر ہوئی۔ چوں کہ خدا کی راہ میں ذبح ہونے کے واقعہ نے انہیں اطراف عرب میں مشہور کر دیا تھا۔ اس لئے ہر قبیلہ کی خواہش ان سے رشتہ کرنے کی ہوئی۔

اس زمانہ میں قریش میں قبیلہ زہرہ ایک ممتاز قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ

کے ایک اعرابی وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی حضرت آمنہ کی خاص شہرت تھی۔

آپ نہایت نیک بڑی سلیقہ شعار اور بہت زیادہ حلیم المزاج تھیں۔ حسین و جمیل بھی خاصی تھیں۔ اس وقت وہ اپنے چچا وہیب کے پاس مدینہ منورہ میں رہتی تھیں۔

چنانچہ عبد المطلب وہیب کے پاس گئے۔ اور عبداللہ کے لئے حضرت آمنہ سے پیغام دیا۔ انہوں نے فوراً منظور کر دیا۔ اور عقد کر لیا۔ اسی موقعہ پر خود عبد المطلب نے بھی وہیب کی بیٹی سے جن کا نام ہالہ تھا۔ شادی کر لی۔ انہیں ہالہ کے بطن سے حضرت حمزہ پیدا ہوئے۔

عرب میں دستور تھا۔ کہ نوشہ شادی کے تین دن تک سسرال میں رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بھی تین دن سسرال میں رہے۔ زرقانی میں لکھا ہے۔ کہ شادی کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر سترہ سال کے قریب تھی۔ لیکن دوسری تاریخوں میں شادی کے وقت ان کی عمر چوبیس سال لکھی ہے۔ اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ کی وفات

شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت عبداللہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے تجارت کے سلسلہ میں ملک شام بھیجا۔ وہاں سے واپس آ رہے تھے۔ کہ بیمار ہو گئے۔ اور مدینہ منورہ میں ٹھہر گئے۔ اہل قافلہ کے ہاتھ انہوں نے اپنی علالت کا حال اپنے باپ سے کہلا بھیجا۔

جونہی عبدالمطلب اور ان کے خاندان والوں کو حضرت عبداللہ کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ سب گھبرا گئے۔ فوراً عبدالمطلب نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو انہیں لانے کے لئے بھیجا۔ لیکن حارث کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہ وفات پا چکے تھے۔ اور اپنے رشتہ دار بنو نجار کے قبرستان میں دفن کر دئے گئے تھے۔

حارث نے جب واپس آ کر یہ روح فرسا خبر سنائی۔ تو تمام خاندان والوں کو سخت صدمہ ہوا۔ عبدالمطلب نے کئی روز تک کھانا ہی نہ کھایا۔ حضرت آمنہ کو بھی بے حد ملال ہوا۔ اور وہ عرصے تک ان کے غم میں سوگوار رہیں۔

ترکہ

حضرت عبداللہ نے ترکہ میں کچھ اونٹ کچھ بکریاں اور ایک لونڈی یعنی کنیز چھوڑی تھی۔ لونڈی کا نام ام ایمن تھا۔ اور اصلی نام برکتہ تھا۔

یتیمی

ابھی آنحضور صلعم ماں کے پیٹ ہی میں تھے۔ کہ باپ کا سایہ اُٹھ گیا اور آپ یتیم رہ گئے۔ دراصل اس میں قدرت کا یہ نکتہ بھی تھا۔ کہ آپ کے اور کوئی بھائی بہن نہ تھا۔ تاکہ آپ بعثت نبوت کے وقت حضرت موسےٰ کی طرح اپنے بھائی کو معاون بنانے کی خدا سے درخواست نہ کریں۔ جس وقت آپ کے والدِ محترم والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا ہے۔ اس وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی۔

طلوع آفتاب

۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیرواں مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء دوشنبہ کا روز بھی یادگارِ عالم ہو کر رہ گیا۔ اس دن کی شب کو سیاروں کی دمک ستاروں کی چمک اور شہاب ثاقب کی کثرت سے آسمان منور ہو رہا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے کارکناں قضا و قدر نے اس میں کوئی بزم ترتیب دی ہے۔ عالم قدس سے دنیائے فانی تک نور جلوہ ریز تھا۔ یہی

نورانی شب اس رات سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ عالم امکان کا پتہ پتہ اور ذرہ ذرہ نور میں نہا رہا تھا۔

دنیا حیران تھی۔ کہ آج کیا ہونے والا ہے۔ کوئی یوسف ثانی۔ مسیح دم موسٰے نفس تو آج دنیا میں نہیں آ رہا ہے۔ آخر دعائے خلیل اور نوید مسیحا پوری ہوئی۔ اور صبح صادق کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے آفتاب عالم فخر بنی آدم حضرت محمد صلعم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں۔ کہ ولادت کے وقت مجھے مطلق بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ نہ کوئی آلائش نکلی۔ حضور اکرم کی ولادت کے وقت نور اور خوشبو سے کمرہ بھر گیا۔ حضور اکرم کو جب گود میں لیا۔ تو آپ مسکرا رہے تھے۔ آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔

یوم ولادت

کذا فی الفردوس بالتاریخ میں تاریخ ولادت ۲۰ر اپریل سنہ ۵۷۱ء لکھی ہے۔ واقدیؒ نے ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء تحریر کی ہے۔

محمود پاشا فلکی مصر کے مشہور ہیئت دان تھے۔ انہوں نے تاریخ ولادت کے متعلق ایک مفصل رسالہ لکھا ہے۔ جس میں دلائل ریاضی سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تاریخ ولادت ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء ہی ہے۔

اگرچہ مورخوں کا تاریخ میں اختلاف ہے لیکن یوم ولادت کی اتفاق

ہے۔اور یوم ولادت دوشنبہ ہے۔ ۹ ربیع الاول کو بھی سب مانتے ہیں۔ صرف ۲۰ اپریل میں اختلاف ہے۔

صحیح یہی ہے۔ کہ آنحضور صلعم کی ولادت ۹ ربیع الاول سلہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ کو ہوئی۔ عبدالمطلب کو آپ کی ولادت سے بڑی مسرت ہوئی۔ وہ خبر ولادت سنتے ہی پوتہ کو دیکھنے کے لئے آئے۔ اور آپ کو دیکھتے ہی آپ کی محبت ان کے دل میں ایسی جاگزیں ہوئی۔ کہ مرتے دم تک باقی رہی۔

محمدؐ

عبدالمطلب نے آپ کا مبارک نام محمد رکھا ابوالغدر نے روائت کی ہے۔ کہ لوگوں کو اس نئے نام سے بڑا استعجاب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عبدالمطلب سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے اپنے خاندان اور قبیلہ کے مروجہ ناموں کو چھوڑ کر ایک نیا اور بالکل عجیب نام کیوں رکھا!

عبدالمطلب نے جواب دیا۔ کہ میرا بیٹا عبداللہ اوصاف محمود اور عادات مسعود رکھتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے بیٹے اور اپنے پوتہ کا نام محمد رکھا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ میرا پوتہ بزرگ قوم اور فخر خاندان ہو۔ دنیا بھر کی ستائش و تعریف کا شایاں قرار پائے۔ اس لئے بھی میں نے یہ نام رکھا ہے۔

پہلا معجزہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا معجزہ حضور کی ولادت کے وقت یہ ہوا۔ کہ کسریٰ (شاہ ایران) کا محل جو نہایت مضبوط اور فلک رفعت تھا۔ اس کے چودہ کنگورے خود بخود ٹوٹ کر گر گئے۔

تاریخوں میں یہ منقول ہے۔ کہ آنحضور صلعم کی ولادت کے بعد ۱۴ ہی پشتوں تک شاہانِ ایران کی حکومت رہی۔ چودھویں پشت میں جا کر بالکل ختم ہو گئی۔ فارس اسخر کا آتشکدہ ایک ہزار سال سے روشن تھا۔ اور اس عرصہ میں اس کی آگ کبھی نہ بجھی تھی۔

آنحضور صلعم کی ولادت کی رات میں وہ آگ خود بخود ٹھنڈی ہو گئی۔ جس سے تمام فارس میں بے چینی پھیل گئی۔ ہبل کے پجاری کا بیان ہے۔ کہ اس مبارک رات میں وہ غیر معمولی روشنی دیکھ کر جب خانہ کعبہ کی چھت پر آیا۔ تو اس نے ہبل کو کانپتے اور ہلتے ہوئے دیکھا۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ وہ اوندھے منہ سجدہ میں گر گیا۔

صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ ایک روز جب آپ مکہ میں اپنے ہم سن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے۔ آپ کا سینہ چاک کر کے دل چیرا۔ اور ایک قطرہ نکال کر کہا۔ یہ شیطان کا حصہ تھا۔ اس کے بعد آپ کے دل کو سونے کے

طشت میں رکھ کر آب زمزم سے خوب دھویا۔ اور پھر اسی جگہ پر رکھ دیا۔

تعلیم

ماں اور دادا کو آپ سے اس قدر محبت تھی۔ کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ اس محبت کی زیادتی ہی نے ان دونوں شفیقوں کو آپ کی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا۔ اور آپ امی یعنی ان پڑھ ہی رہ گئے۔

خدا ہی کو یہ منظور تھا۔ کہ آپ امی رہیں۔ تاکہ آپ پر جو کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی تھی۔ کوئی اس کے متعلق یہ نہ کہے۔ کہ انہوں نے از خود لکھی ہے۔

سفر مدینہ

تقریباً ایک سال اور چند ماہ ہوئے تھے۔ کہ بی بی آمنہ کو ان کے شوہر کی یاد آئی۔ اور انہوں نے مرحوم کی قبر کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا۔
چنانچہ آپ نے عبد المطلب سے اجازت لی۔ اور آنحضرت صلعم اور ام امین کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی ننھیال قبیلہ نجار میں تھیں۔ اس لئے اس قبیلے میں جا کر ٹھہریں۔ ایک مہینہ تک وہاں مقیم رہ کر واپس لوٹیں۔

حضرت آمنہ کی وفات

مدینہ سے واپس لوٹتے ہی بی بی آمنہ بیمار ہو گئیں۔ اس وقت آنحضور صلعم کی عمر چھ سال کے قریب تھی۔ مقام الابوا میں پہنچ کر بی بی آمنہ کی حالت غیر ہو گئی۔ اور اسی جگہ آپ نے وفات پائی۔ یہ مقام جحفہ سے تئیس میل کے فاصلے پر ہے۔

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ بی بی آمنہ کی نعش مکہ معظمہ میں لائی گئی یا آپ وہیں دفن ہوئیں۔ آنحضور صلعم کو شفیق والدہ کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ آپ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ بے باپ کے ہو چکے تھے۔ اور چھٹے سال کے ختم ہونے سے پہلے بے ماں کے بھی ہو گئے۔

عبد المطلب کی کفالت

ام ایمن آنحضور صلعم کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ میں آ گئیں۔ عبد المطلب کو بی بی آمنہ کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔

میرے بچہ تو یتیم و یسیر ہو گیا۔ لیکن جب تک تیرا دادا عبد المطلب زندہ ہے۔ فکر نہ کر۔ انشاء اللہ تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ جو کچھ دادا نے کہا تھا۔ اسے نباہ دیا۔ وہ ہر وقت خلوت میں جلوت میں۔ شادی میں غم میں انہیں اپنے ہمراہ رکھتے۔ یہاں تک کہ اپنے پاس ہی سلاتے اور کبھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ ان کی ذات سے ان کی محبت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔

آنحضور صلعم کو بھی ان سے خاص انس ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی ان کے پاس سے کہیں نہ جاتے تھے۔ اس محبت کی فراوانی نے دادا کو پوتہ کی تعلیم کی طرف قطعی توجہ نہ کرنے دی۔ اس لئے آنحضور صلعم کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔

اگرچہ عبدالمطلب ان کی نگرانی کرتے تھے۔ لیکن اور ہر طرح کی دیکھ بھال ام ایمن کے ذمہ تھی۔ وہی آپ کو نہلاتیں۔ کپڑے بدلواتیں۔ کھانا کھلاتیں۔ غرضیکہ جو کام وہ بی بی آمنہ کے سامنے کرتی تھیں۔ وہ اب بھی سب کرتیں۔ اور اب ماں کے فرائض بھی انجام دینے لگیں۔

عبدالمطلب کی وفات

آنحضور صلعم اپنے دادا کی سرپرستی اور نگرانی میں دو سال تک آرام و اطمینان سے رہے۔ شفیق دادا نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ اور انہیں جگر گوشہ کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ اور اس بات کی کوشش کرتے تھے۔ کہ کسی بات سے آپ کا دل میلا نہ ہو۔

یہ بات آپ کو باعث ملال نہ ہو۔ کہ آپ بے ماں باپ کے بچے تھے۔ آپ نے تمام بیٹوں کو عبدالمطلب نے ہدایت کر دی تھی۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ سب کو آپ کی ذات سے محبت تھی۔ اور سب ہی آپ کی دلجوئی میں مصروف رہتے تھے۔

جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی۔ تو عبدالمطلب بیمار ہو گئے۔ اور ایسے بیمار ہوئے۔ کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ آنحضور کی عمر ہی کیا تھی۔ مگر پھر بھی آپ سے جس قدر ہو سکتا تھا۔ اپنے دادا کی خدمت کرتے۔ اور کچھ نہ ہوتا۔ تو ہر وقت ان کے پاس بیٹھے رہتے۔

عبدالمطلب اکثر انہیں حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کمسن اور سمجھدار نہ تھے۔ لیکن ان نگاہوں سے آپ کا دل مجروح ہو جاتا۔

ایک روز عبدالمطلب نے انہیں گلے لگا کر کہا۔ نور چشم۔ اب میں بھی تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ آنحضور صلعم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ مجھے کس کے سپرد کر جاؤ گے دادا جان۔

عبدالمطلب نے کہا۔ اسی فکر میں کئی روز سے سرگرداں ہوں۔ تم ماشاءاللہ سمجھدار ہو بتاؤ۔ اگر میں تمہیں تمہارے حقیقی چچا ابوطالب کے سپرد کر دوں۔ تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ آنحضور صلعم نے فرمایا۔ جیسی آپ کی مرضی۔

عبدالمطلب نے اسی وقت ابوطالب کو بلوایا۔ اور کہا۔ بیٹا! میرا

آخری وقت آپہنچا ہے۔ مجھے سوائے محمد کے اور کوئی فکر نہیں ہے میں اس یتیم و لیسیر بچہ کو تمہاری کفالت میں دینا چاہتا ہوں۔

ابوطالب نے چشم پرنم ہو کر کہا میں اپنی جان سے زیادہ اپنے بھتیجہ کی حفاظت کروں گا۔

عبدالمطلب۔ مجھے سیف نے بتایا تھا۔ کہ میری اولاد میں نبی آخرالزماں ہوگا میرا یہ خیال ہے۔ کہ میرا ہی پوتہ وہ نبی ہے۔ جس کی بشارت عیسائی اور یہودی دے رہے ہیں۔ تمہیں اس کی نگرانی و حفاظت خاص طور پر کرنی ہوگی

ابوطالب۔ میں اپنے قول کو جھوٹا نہ ہونے دوں گا۔

عبدالمطلب نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور اسی روز وفات پائی۔ آپ کی عمر انتقال کے وقت بیاسی سال کی تھی۔ آنحضور صلعم کو دادا کے انتقال کا اس درجہ ملال ہوا۔ کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ جنازہ کے ساتھ بھی فرط محبت سے روتے جاتے تھے۔ عبدالمطلب کو جحون میں دفن کیا گیا۔

ملک شام کا پہلا سفر

ابوطالب تجارت کیا کرتے تھے۔ اکثر اہل قریش سال میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے ملک شام کو جایا کرتے تھے۔ جب حضور کی عمر بارہ سال کی ہوئی۔ تو ابوطالب نے حسب دستور شام جانے کا ارادہ کیا۔

چونکہ حضور صغیر سن تھے۔ اس لئے سفر کی صعوبات کا خیال کر کے ابو طالب آپ کو اپنے ہمراہ نہ لے جانا چاہتے تھے۔ مگر حضور کو ہر وقت ان کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے ان سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ جب وہ چلنے لگے۔ تو آنحضور صلعم ان سے لپٹ گئے۔ اور آبدیدہ ہو کر فرمایا۔

مجھے کیوں تنہا چھوڑے جاتے ہو چچا جان

ابو طالب کا دل بھر آیا۔ انہوں نے کہا۔ جان عم۔ تمہاری تکلیف کے خیال سے چھوڑے جاتا ہوں۔ مگر تمہیں ملال ہو گا۔ اور میں تمھارا ملال برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے میرے ساتھ چلو۔

چنانچہ وہ آپ کو اپنے ساتھ لے کر چلے۔ اس سفر میں اہل قافلہ نے ایک عجیب چیز دیکھی۔ کہ ایک ابر کا ٹکڑہ آسمان پر چھا جاتا۔ اور سارے قافلہ پر سایہ کر لیتا۔

یمن کا سفر

ملک شام کی طرف جو لوگ آنحضور صلعم کے ساتھ تجارت کی غرض سے گئے تھے۔ انہیں کافی منافع ہوا تھا۔ اس لئے آپ کے چچاؤں میں سے زبیر بن عبد المطلب یا عباس بن عبد المطلب یہ ٹھیک نہیں معلوم کہ ان دونوں میں کون تھے۔

حصولِ برکت و نفع کے خیال سے آپ کو یمن کی طرف لے گئے۔ اس

قافلہ میں بھی جس قدر سوداگر تھے۔ سب کو خاطرخواہ فائدہ ہوا۔ اور یہ قافلہ بخیر و عافیت انجام کو پہنچا۔

حضور کی پہلی شرکت جنگ

حرب فجار

یہ لڑائی شروع تو ہوئی۔ قبیلہ ہوازن اور قبیلۂ قریش کے درمیان لیکن بعد میں اس میں اور بھی بہت سے قبائل شریک ہو گئے۔ ہوازن کے ساتھ قیس عیلان کے تمام قبائل شامل ہو گئے۔ اور قریش کے ساتھ کنانہ کے قبائل شریک ہو گئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لڑائی کی شدت بڑھ گئی۔ اور ہر پچھلی لڑائی دوسری سے شدید تر ہوتی گئی۔ آخر کی لڑائی نہایت سخت اور بڑی زبردست ہوئی۔ اس لڑائی میں بعض سرداروں نے خود اپنے پیروں میں اس لئے زنجیریں ڈال لی تھیں۔ کہ میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکیں۔

قریش کے تمام خاندانوں یعنی قبائل نے اپنی اپنی الگ فوجیں قائم کی تھیں۔ آل ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ جو آنحضورؐ کے چچا تھے۔

اور بنو کنانہ اور قریش کی ساری فوج کا سپہ سالار رئیس مکہ حرب بن امیہ

تھا۔ جو ابوسفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ آنحضور صلعم اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب علمبردار کے ساتھ تھے۔

چونکہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے۔ اور خاندان کے ننگ و ناموس کا معاملہ تھا۔ اس لئے آنحضور صلعم نے بھی اس جنگ میں شرکت فرمائی لیکن آپ نے کسی پر ہتھیار نہ اُٹھایا۔

ابن ہشام نے روایت کی ہے۔ کہ آپ کے سپرد یہ خدمت تھی۔ کہ آپ تیر اٹھا کر اپنے چچا کو دیتے جاتے تھے۔

امام سہیلی نے بھی یہی تصریح کی ہے۔ کہ اس جنگ میں آنحضور صلعم شریک ضرور تھے۔ مگر خود جنگ نہیں کی۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ یہ جنگ ایام الحرام میں پیش آئی تھی۔ اور فریقین کافر تھے۔ اسلام اور کفر کا مقابلہ نہ تھا اس لئے آپ نہیں لڑے۔

اس لڑائی میں اول اول تو بنی ہوازن غالب رہے۔ لیکن بالآخر قریش غالب آئے۔ اور اس مشہور جنگ کا صلح پر خاتمہ ہو گیا۔

تجارت

قریش عرصہ دراز سے تجارت پیشہ تھے۔ آنحضور صلعم کے جد اعلیٰ ہاشم نے تجارت کے متعلق بہت سے قواعد و ضوابط مقرر کئے تھے۔ آنحضور صلعم کے چچا ابوطالب بھی بڑے تاجر تھے۔

جب آنحضور صلعم کی عمر بیس سال کے قریب ہوئی۔ تو آپ نے بھی تجارت کی طرف توجہ کی۔ ابوطالب نے بھی آپ کے لئے تجارت ہی کو موزوں اور مناسب سمجھا۔ چونکہ آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہے تھے۔ اس لئے تجارت کا ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے تجارت شروع کر دی۔

حضرت خدیجہ

حضرت خدیجہ بنت خویلد قبیلۂ قریش میں ایک مالدار بیوہ تھیں۔ نہایت حسینہ اور فرزانہ تھیں۔

ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں آنحضرت کے خاندان سے ملتا ہے۔ اس رشتہ سے وہ آپ کی چچیری بہن تھیں۔ ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ پچھلے خاوند نے ان کے لئے ترکہ میں بڑی دولت چھوڑی تھی۔ نہایت شریف النفس اور پاکیزہ اخلاق تھیں۔

عہد جاہلیت میں ان کا نام طاہرہ تھا۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے۔ کہ وہ اس قدر مالدار تھیں۔ کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کے لئے روانہ ہوتا تھا۔ تو تنہا ان کا سامان تمام قافلہ والوں کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔

حضرت خدیجہ کارندوں کے ذریعہ سے تجارت کرتی تھیں۔ اکثر ان کے کارکن، شام، عراق اور یمن کی طرف مال تجارت لے جاتے تھے۔

جب آنحضور صلعم کی عمر پچیس برس کی ہوئی۔ تو آپ کی راستبازی

حسن معاملہ۔ صدق بیانی۔ پاکیزہ اخلاقی اور دیانت وامانت کی عام شہرت ہو چکی تھی۔ یہ غلغلہ حضرت خدیجہ کے کانوں میں بھی پہنچا۔

انہیں ایسے امین کی ضرورت تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بھتیجہ قطیمہ کی معرفت آنحضور پر اپنی خواہش ظاہر کی۔ کہ حضور ان کا مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف جائیں۔ اور بطور کارندہ خدمات انجام دیں۔ ان خدمات کے معاوضہ میں دوسرے کارندوں سے المضاعف دینے کا وعدہ کیا۔

چونکہ آپ ہر کام اپنے چچا ابوطالب کے مشورہ سے کرتے تھے۔ اس لئے ان کی رائے لی۔ انہوں نے منظور کر لیا چنانچہ آپ مہتمم تجارت ہو کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ اور ان کے ایک عزیز خزیمہ ابن حکیم بھی تھے۔

شام کا دوسرا سفر

آنحضور صلعم نے جب شام جانے کا قصد کیا۔ تو دوسرے تاجر بھی تیار ہو گئے۔ اور ایک بڑا قافلہ شام کی جانب روانہ ہوا۔ اور جب یہ قافلہ ملک شام میں داخل ہوا۔ تو ایک روز ایک صومعہ کے قریب فروکش ہو گیا۔ اس صومعہ میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس کا نام نسطورا راہب تھا۔

نسطورا راہب

جونہی اس راہب نے اس قافلہ کو دیکھا صومعہ سے باہر نکلا اسے کچھ ایسی علامات نظر آئیں جس سے وہ نہایت حیران ہوا۔ اور صومعہ میں جاکر ایک آسمانی کتاب اٹھا لایا۔

اتفاق سے قافلہ کے کنارہ پر آنحضور صلعم فروکش تھے۔ نسطورا راہب ان کے پاس آیا۔ اس نے غور سے آپ کا چہرۂ اقدس دیکھا۔ پھر کتاب کھولی۔ اب کبھی کتاب کو دیکھتا۔ کبھی آپ کو

اس کی اس عجیب حرکت سے خزیمہ کو کچھ شبہ ہوا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ یا آل غالب جلدی مدد کو آؤ۔ یہ آواز سن کر قافلہ کے تمام قریش دوڑ پڑے۔ نسطورا راہب وہاں سے بھاگ کر اپنے صومعہ کی چھت پر جا بیٹھا۔ اہل قریش نے صومعہ کا محاصرہ کر لیا۔

نسطورا نے نرمی سے کہا۔ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے میری بات سنو۔ سب سننے لگے۔ اس نے کہا میں آج تمہیں ایسی خبر سناؤں جسے سن کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ یہ نوجوان جو تمہارے ساتھ ہے کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کا کیا نام ہے۔

قریش کے ایک بزرگ آدمی نے جواب دیا۔ یہ خاندان قریش سے ہے اور قبیلۂ قریش میں سب سے زیادہ معزز آل ہاشم ہے۔ یہ نوجوان ہاشمی

ہے۔ ان کا نام محمدؐ ہے۔

نسطورا۔ تب مجھ سے سنو ہماری آسمانی کتابوں میں نبی آخرالزماں کی جو علامات اور خط وخال لکھے ہیں۔ وہ سب اس ہاشمی نوجوان میں موجود ہیں۔ کیا اس نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔

اہل قریش نے کہا۔ نہیں۔

نسطورا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ عنقریب نبوت کا دعوےٰ کریں گے۔ ان کا دین سچا ہوگا۔ ان کی امت دنیا پر چھا جائے گی۔ لیکن ان کی قوم ان کے ساتھ دشمنی کرے گی۔ اس وقت تم ان کے مددگار بن جانا۔

نسطورا اٹھ کر صومعہ میں چلا گیا۔ قریش بھی واپس آگئے۔ اس روز سے ان لوگوں کے دلوں میں حضرت محمد صلعم کی عزت و عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اس سفر میں قافلہ کا مال نہایت منافع سے فروخت ہوا۔ ہر سوداگر کو کافی نفع رہا۔

حضرت خدیجہ کا مال چونکہ سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے انہیں سب سے زیادہ فائدہ بھی ہوا۔

پیغام نکاح

جب یہ قافلہ ملک شام سے واپس آیا۔ اور آنحضور صلعم نے حضرت خدیجہ کو تمام حساب سمجھایا۔ تو وہ کثیر منافع پا کر بہت خوش ہوئیں۔ ادھر

میسرہ اور خزیمہ نے حضرت خدیجہ سے آنحضور صلعم کی معاملہ داری۔ خوش اخلاقی۔ صداقت۔ راست گوئی۔ دیانت داری اور حلم و مروت کی بڑی تعریف کی۔ اور ساتھ ہی نسطورا راہب کا قصہ بھی بیان کر دیا۔

حضرت خدیجہ دولت مند ہونے کے علاوہ حسین و جمیل شریف النفس پاکیزہ اخلاق۔ سلیقہ شعار فہم و ذکی اور دور اندیش بھی تھیں۔ مکہ کے امراء و روسا اور شرفا ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت خدیجہ نے کسی کو قبول و منظور نہ کیا۔

چوں کہ ان کی عمر اس وقت ۴۰ سال کی تھی۔ اس لئے لوگ یہ سمجھ کر چپ ہو رہے۔ کہ وہ شاید اب نکاح کریں گی ہی نہیں۔ لیکن حضرت خدیجہ آنحضرت کی تعریف سن کر آنحضور صلعم سے نکاح کرنے پر تیار ہو گئیں۔

چنانچہ انہوں ایک عورت نفیسہ نام کو پیغام بہ بنا کر بھیجا۔ نفیسہ نے آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ آپ کی عمر پچیس سال کی ہو چکی ہے۔ آپ نے اب تک نکاح کیوں نہیں کیا۔

آنحضور صلعم نے جواب دیا بے زری مانع ہے۔

نفیسہ نے پھر پوچھا۔ اگر کوئی ایسی عورت جو شریف اور معزز ہو۔ مالدار بھی ہو۔ خوبصورت بھی ہو۔ پاکیزہ اخلاق اور عقلمند بھی ہو۔ آپ کے ساتھ نکاح کی درخواست کرے۔ تو کیا آپ قبول کریں گے۔

آنحضور صلعم نے دریافت کیا۔ ایسی عورت کون ہے۔

نفیسہ نے جواب دیا۔ خدیجہ!

020475

آنحضور صلعم نے کہا مگر خدیجہ کیوں راضی ہوں گی۔
نفیسہ۔ وہ رضامند ہیں۔ آپ کی رضامندی درکار ہے۔
آنحضور صلعم۔ مگر میں کوئی کام بغیر اپنے چچا کی منظوری اور مشورہ کے نہیں کر سکتا۔
نفیسہ۔ اگر وہ رضامند ہو جائیں۔
آنحضور صلعم۔ تب مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

نکاح

نفیسہ واپس ہوئی۔ اور حضرت خدیجہ کو یہ خوشخبری جا سنائی اگرچہ حضرت خدیجہ کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن ان کے چچا عمر بن اسد زندہ تھے۔ مگر خدیجہ نے ان سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ بالغ عورتوں کو یہ آزادی تھی۔ کہ شادی کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں۔

بعض مورخ تو یہاں تک لکھتے ہیں۔ کہ بالغہ اور نابالغہ کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ ہر لڑکی آزاد تھی۔

چنانچہ حضرت خدیجہ نے چچا کے ہوتے ہوئے تمام معاملات خود ہی طے کر لئے۔ حتیٰ کہ نکاح کی تاریخ بھی مقرر کر دی۔ تاریخ معینہ پر ابوطالب معہ تمام روسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ بھی تھے۔ خدیجہ کے مکان پر آئے

خدیجہ کے چچا عمرو نے ان کا اچھے پیمانہ پر استقبال کیا۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ اور پانچسو درہم طلائی مہر قرار پایا۔

مورخ لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی لیکن اچھی صحت اور درستی قوے کی وجہ سے وہ کم سن معلوم ہوتی تھیں۔ آنحضور صلعم ان سے نکاح کر کے بہت محظوظ ہوئے۔ اور ان کے خاندان والوں کو بھی بڑی خوشی ہوئی۔

آنحضور صلعم کو ان سے ایسی محبت ہو گئی تھی۔ کہ جب تک وہ زندہ رہیں حضور اکرم نے کسی اور سے نکاح نہیں کیا۔ دنیا میں چار عورتیں اعلٰے درجہ کی قرار دی گئی ہیں۔

ایک حضرت عیسٰے کی والدہ حضرت مریم۔ دوسری فرعون کی بیوی۔ حضرت آسیہ۔ تیسری آنحضور صلعم کی حرم محترم حضرت خدیجہ۔ چوتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ (حضرت فاطمہ حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے تھیں۔

ترمیم کعبہ

کعبہ کی عمارت طرز قدیم کی تھی۔ اور صرف قد آدم اونچی تھی۔ دیواروں پر چھت نہ تھی۔ بلکہ احاطہ سا گھرا ہوا تھا۔ جس طرح ہندوستان میں عید گاہیں ہوتی ہیں۔ چونکہ یہ عمارت نشیب میں تھی۔ اس لئے جب بارش ہوتی تھی۔ اور

سیلاب آتا تھا۔ تو شہر کا پانی حرم میں آکر دیواروں کو نقصان پہنچا جاتا تھا چنانچہ سیلاب کو روکنے کے لئے حرم کے بالائی حصے پر بند بندھوا دیا گیا تھا۔ لیکن وہ بند بھی اکثر ٹوٹ جاتا تھا۔ اور عمارت کو بار بار نقصان پہنچ جاتا تھا۔

بالآخر عمائے قوم کی یہ رائے ہوئی۔ کہ موجودہ عمارت کو جو بوسیدہ ہو گئی ہے منہدم کر کے نئے سر سے بنائی جائے۔ مگر کعبہ کی حرمت کی وجہ سے کھڑی ہوئی عمارت کو منہدم کرنے پر کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا۔ سب ڈرتے تھے۔ کئی روز تک مشورے ہوتے رہے

آخر سردارانِ قریش میں سے ولید بن مغیرہ نے پہل کی۔ اس نے انہدام کا کام شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ تمام قبائل شریک ہو گئے حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں جدہ کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز کنارہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔

قریش کو خبر لگی۔ تو ولید بن مغیرہ کو بھیجا۔ اور اس نے جدہ پہنچ کر جہاز کے تختے خرید لئے۔ یہ لکڑی خانہ کعبہ کی چھت کے لئے خرید لی گئی تھی کارآمد لکڑیاں اونٹوں پر لاد کر مکہ میں لائی گئی۔

کعبہ کی دیواریں تعمیرِ ابراہیمی کی بنیادوں تک گرا دی گئی تھیں انہیں بنیادوں پر پھر عمارت بنانی شروع کی۔ تمام قریش نے مل کر تعمیر شروع کی۔ مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے اس لئے آپس میں تقسیم کر لئے۔ کہ اس شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔

جب یہ تعمیر کا کام شروع ہوا۔ تو اس وقت آنحضور صلعم کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی تھی جب تعمیر بلند ہو کر اس حد تک پہنچ گئی۔ کہ حجر اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا۔ تو تمام قبائل میں سخت نزاع پیدا ہوا۔ پھر جنگ عظیم کے ساماں نظر آنے لگے۔

یہ جھگڑا اس بات پر اٹھا۔ کہ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا۔ کہ اس کا خاندانی سردار حجر اسود کو نصب کرنے کا شرف حاصل کرے۔ نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ اور کچھ ایسی ضد پیدا ہو گئی۔ کہ لوگ مرنے مارنے پر تل گئے۔

عرب میں دستور تھا۔ کہ جب کوئی شخص یا بہت سے افراد جان دینے کی قسم کھاتے۔ تو پیالہ خون سے بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بہت سے قبائل کے سرداروں نے یہ رسم ادا کی۔ یہ جھگڑا چار دن تک برپا رہا۔

اس عرصے میں تعمیر کا کام بند رہا۔ پانچویں دن تمام معززین مکہ اور امرائے قریش خانہ کعبہ میں جمع ہوئے۔ اور ایک مجلس شورائے منعقد کی۔ بہت سی رد و قدح کے بعد ابو امیہ بن مغیرہ نے جو سب سے زیادہ معمر تھا۔ رائے دی۔ کہ کل صبح سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو۔ وہی حکم مقرر کیا جائے۔

سب نے یہ رائے تسلیم کر لی۔ طے یہ پایا۔ کہ اس مجلس سے کوئی شخص اٹھ کر نہ جائے۔

آنحضور صلعم کا حکم مقرر ہونا

دوسرے دن علے الصبح لوگوں نے انتظار کرنا شروع کیا۔ کرشمۂ ربانی ملاحظہ ہو۔ کہ سب سے پہلے رسول خدا صلعم داخل ہوئے۔ آپ کا جمال جہان تاب دیکھتے ہی لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور سب نے بالاتفاق کہا۔ کہ اب جھگڑا طے ہو جائے گا۔

آنحضور صلعم کو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ قریش نے کیا طے کیا ہے۔ جب آپ قریب آئے۔ تو لوگوں نے پکارا۔ الامین تشریف لائے۔ ہم سب آپ کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ آپ تشریف لائے۔ اور تمام دعاوی سن کر دعویداران قبائل سے کہا۔ ہر قبیلہ اپنا اپنا ایک ایک سردار منتخب کر لے۔

چنانچہ تمام قبائل نے اپنے سردار منتخب کر لئے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا۔ اور سرداران قریش سے کہا۔ کہ چادر کے گوشے تھام لیں۔ اور اوپر اٹھائیں۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب چادر موقعہ کے برابر آگئی۔ تو آپ نے حجر اسود کو اٹھا کر نصب فرما دیا۔ اس طرح حضور اکرم کے حسن تدبیر سے ایک سخت لڑائی رک گئی۔

تمام بوڑھے ذی فہم اور تجربہ کار سرداران قریش آپ کی ذہانت، قوت فیصلہ اور مدبرانہ تدبیر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سب کی زبان سے بے اختیار احسنت مرحبا نکلا۔

اس واقعہ میں عتبہ بن ربیعہ۔ اسود بن مطلب، ابو حذیفہ بن مغیرہ اور قیس بن عدی السہمی یہ چار اشخاص پیش پیش تھے۔ اور کسی طرح معاملہ کو طے نہ ہونے دیتے تھے۔ مگر اس فیصلے سے یہ چاروں بھی خوش ہو گئے۔

غرضیکہ حضور اکرم کی اس تدبیر سے کسی کو بھی کوئی شکایت باقی نہ رہی۔ اور سب رضامند اور خوش ہو گئے۔ اگر خدا نخواستہ یہ جنگ چھڑ جاتی۔ تو نہ معلوم کب تک جاری رہتی۔ اور کتنے قبائل برباد ہوتے۔

چونکہ لکڑیاں آ گئی تھیں۔ اس لئے کعبہ کی عمارت مسقف کر دی گئی۔ مگر تعمیر کا سامان کافی نہ ہونے کی وجہ سے ایک طرف زمین کا کچھ حصہ چھوڑ دینا پڑا۔ اور اس حصہ کے گرد چہار دیواری کھینچ دی گئی تھی۔ اس حصہ کو آج حطیم کہتے ہیں۔

حضرت علی اور زید کی تربیت

حضرت خدیجہ سے شادی کرنے کے بعد آپ اطمینان اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قحط پڑا۔ آپ کے چچا ابو طالب

کثیر العیالی کی وجہ سے تنگی کے ساتھ گذر بسر کرتے تھے۔ ان کی عزت و عظمت صرف اس بنا پر رہ گئی تھی۔ کہ وہ قریش کے معزز قبیلہ بنی ہاشم کے بزرگ خاندان سے تھے۔

آنحضور صلعم نے ان کی عسرت اور تنگ دستی دیکھ کر اپنے دوسرے چچا حضرت عباس عبدالمطلب سے کہا۔ کہ آج کل قحط کا زمانہ ہے۔ ابوطالب کا کنبہ بڑا ہے۔ مناسب ہے۔ ان کی کچھ مدد کی جائے۔

حضرت عباسؓ نے کہا۔ اگر آپ نقدی سے ان کی مدد کریں گے۔ تو وہ ایسے غیور ہیں۔ کہ ہرگز بھی قبول نہ کریں گے۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ میں خوب جانتا ہوں۔ مدد کا طریقہ میں نے یہ سوچا ہے۔ کہ ان لڑکوں میں سے ایک کو آپ اپنے گھر لے آئیں۔ اور ایک کو میں لے آؤں۔ اس سے ان کا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور دونوں نے ابوطالب کی خدمت میں پہنچ کر اپنی خواہش ظاہر کی۔ ابوطالب نے کہا۔ عقیل کو میرے پاس رہنے دو۔ اور باقیوں کو تم لے جاؤ۔

چنانچہ حضرت جعفر کو عباس نے لے لیا۔ اور حضرت علی کو آنحضور صلعم لے آئے۔ یہ واقعہ اسی سال کا ہے۔ جس سال تعمیر کعبہ ہوئی لیکن کعبہ کی تعمیر کے بعد کا ہے۔

حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام ایک غلام خرید کر لائے تھے۔ انہوں نے اسے اپنی پھوپھی کی نذر کر دیا۔ اور ان کی پھوپھی

یعنی حضرت خدیجہ نے اس غلام کو آنحضور صلعم کی نذر گذارا۔ یہی غلام زید بن حارث تھے۔

وہ ایک معزز مسیحی خاندان سے تھے۔ کسی لڑائی میں قید ہو گئے تھے۔ فاتحوں نے غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ آنحضور صلعم نے انہیں نہایت آرام سے اپنے پاس رکھا۔

وہ حضور اکرم کے اخلاق و مروت کے اس درجہ مداح ہوئے۔ کہ کچھ عرصے کے بعد ان کے والد حارث اور چچا کعب عبد انہیں تلاش کرتے ہوئے آنحضور صلعم کی خدمت میں آئے۔ اور عاجزی سے درخواست کی۔ کہ زید کو آزاد کر کے ہمارے ساتھ روانہ کر دیجئے۔ تو زید نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔

میں حضور صلعم کا دامن چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ ان کے باپ نے بگڑ کر کہا۔ تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔ زید نے کہا ہیں آنحضور صلعم کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہوں۔ میں نے آنحضور صلعم میں وہ باتیں دیکھی ہیں۔ جو آج تک کسی میں نہ دیکھی تھیں۔

آنحضور صلعم زید کے جواب سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ آپ اسی وقت انہیں لے کر خانہ کعبہ میں پہنچے۔ اور بلند آواز سے فرمایا۔

اے لوگو سنو اور گواہ رہو۔ کہ آج سے میں نے زید کو آزاد کر دیا۔ اور اپنا متبنے بیٹا بنا لیا۔ یہ میرا وارث ہوگا۔ اور اس کا وارث ہوں گا۔

زید کے باپ اور چچا یہ کیفیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور انہیں

حضور اکرم ہی کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ اسی روز سے زید کو بجائے زید بن حارث کے زید بن محمد کہنے لگے۔

لیکن ہجرت کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔ کہ منہ بولا بیٹا یعنی متبنےٰ بنانا جائز نہیں ہے۔ تو زید کو پھر زید بن حارث کہنے لگے۔ مگر ان کے ساتھ آنحضور صلعم کی محبت و شفقت بڑھتی گئی۔ آنحضور صلعم کے اخلاق و خصائل کا اس ایک واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔

غارِ حرا میں خلوت نشینی

جب آپ کی عمر اڑتالیس سال کی ہو گئی۔ تو آپ غار حرا میں جا کر مراقبہ کرنے لگے۔ غار حرا مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں جانب پہاڑ پر واقع ہے۔

اس غار کا طول چار گز اور عرض ۱¾ گز تھا۔ جس پہاڑ پر یہ غار تھا۔ آج کل اسے جبل نور کہتے ہیں۔ حضور اس غار میں تشریف لے جاتے۔ اور مہینوں قیام فرماتے۔ آپ ستو اور پانی اپنے ہمراہ لے جاتے۔ اور عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا۔ تو گھر پر تشریف لاتے۔ اور ستو اور پانی لے کر پھر چلے جاتے۔

طلوع آفتاب

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پورے ۴۰ سال کی ہو گئی۔ تو پھر دنیا میں عجیب باتوں کا ظہور ہونے لگا۔ سیاروں کی روشنی بڑھ گئی۔ شہاب ثاقب کثرت سے آسمان پر نمودار ہونے لگے۔ شب ظلمات میں عجیب قسم کی روشنی نظر آنے لگی۔

کاہنوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ دنیا میں انقلاب عظیم آنے والا ہے۔ اور وہ ہستی جو آج سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئی ہے۔ ظاہر ہو کر دنیا کا تمدن بدلنے والی ہے۔ نئی نئی پیشین گوئیاں کی جانے لگیں۔ لوگوں میں ہل چل مچ گئی۔

بت پرستوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ یہودی اور عیسائی جو عرصہ سے نبی آخر الزماں کا انتظار کر رہے تھے۔ اپنی آسمانی کتابیں دیکھ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ نبی آخر الزماں عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں۔ آمدِ سحر کی خبر دی جا چکی تھی۔ سپیدۂ سحر نمودار ہو چکا تھا۔ اب آفتاب رسالت طلوع ہو رہا تھا۔ دنیا کی تیرگی کفر آفتاب رسالت کے نور سے سمٹنے لگی تھی۔

قدرت کا یہ خاصہ رہا ہے۔ کہ ہر انسان کو جو رتبہ عطا کیا جانے والا ہوتا ہے۔ پہلے اس کے تحمل کی اسے قوت دی جاتی ہے۔ اور پھر وہ رتبہ عطا ہوتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلعم کی روحانی قوتیں تحمید الہیٰ اور تقدیس خداوندی سے نشو و نما پا کر خلوت نشینی مراقبہ اور عبادت سے اس قدر پختہ ہو چکی تھیں۔ کہ نزول وحی کی متحمل اور منصب نبوت کے برداشت کے قابل ہو گئی تھیں۔

نزول وحی

جب آپ کی عمر پورے چالیس سال اور ایک دن کی ہو گئی تو ایک روز جب کہ آنحضرت صلعم غار حرا میں مراقبہ میں مصروف تھے۔ حضرت جبرائیل فرشتہ پیغمبروں کے پاس خدا کا پیغام لانے والے انسانی صورت میں نازل ہوئے۔

آنحضور صلعم ان کی روشن صورت اور پاکیزہ لباس دیکھ کر متردد ہوئے۔ بیم و رجا کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جبرائیل نے کہا اِقْرَاْ یعنی پڑھو حضور نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٔ یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔

یہ حقیقت ہے۔ کہ آنحضور صلعم کا سابقہ ایسے شفیقوں سے پڑا تھا۔ کہ انہوں نے از دیاد شفقت سے آنحضور صلعم کو ایک منٹ کے لئے بھی اپنے سے جدا کرنا نہ چاہا۔ ہر وقت اپنے پاس رکھا۔ اس لئے حضور کی تعلیم نہ ہو سکی۔ اور آپ قطعی امی رہ گئے۔ امی ان پڑھ کو کہتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو آغوش میں لے کر بھینچا۔ اور

اور چھوڑ کر کہا۔ اقراء یعنی پڑھو۔

آنحضور صلعم نے پھر وہی جواب دیا۔ ما انا بقاری یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔ حضرت جبرائیل السلام نے پھر آپ کو بھینچا۔ اس مرتبہ اس شدت سے بھینچا۔ کہ آنحضور صلعم کو تکلیف پہنچی۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔

اقراء باسمِ ربّکَ الذی خلق ۝ خلق الانسانَ من علق ۝ اقراء وَ ربّکَ الاکرمُ الذی علّمَ بالقلمِ علّمَ الانسانَ مالم یعلمْ ۝ (سورۂ اقراء)

ترجمہ۔ یعنی پڑھو۔ اس کا نام لے کر جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو۔ تمہارا رب بڑا بزرگ ہے۔ وہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ وہ جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں۔ جو اسے معلوم نہ تھیں۔

حضرت جبرائیل اس قدر کہہ کر غائب ہو گئے۔ آپ جلال الہیٰ سے لبریز ہو کر ہیبت خداوندی سے خوف زدہ ہو گئے۔ اور وہاں سے چل کر گھر تشریف لائے۔

حضرت خدیجہ نے آپ کو دیکھا۔ وہ گھبرا گئیں۔ آنحضور صلعم نے فرمایا۔ زملونی زملونی یعنی مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ نے فوراً آپ کو کمبل اوڑھا دیا۔ اور آپ کے پاس بیٹھ گئیں۔

نہایت متردد اور مضطرب تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضور کو سکون ہوا۔ تو آپ نے اٹھ کر تمام واقعہ حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ اور

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِی۔ یعنی مجھے اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کَلَّا اَبْشِرْ فَوَ اللہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

ترجمہ۔ یعنی نہیں نہیں۔ آپ کو خوش ہونا چاہئے۔ خدا آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ کیونکہ آپ ہمیشہ صلہ رحمی کرتے رہے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولے ہیں۔ اور ان کے اخراجات کے کفیل رہے ہیں۔ جو نادار تھے۔ اور آپ میں وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود ہیں۔ جو دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ مہماں نواز ہیں۔ اور حق باتوں اور نیک کاموں کی وجہ سے اگر کسی پر کوئی مصیبت آجائے۔ تو آپ اسکے مددگار بن جاتے ہیں۔

اس گفتگو سے آنحضرت صلعم کو ایک گونہ تسلی ہوگئی۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے جو آپ کی محرم راز تھیں۔ آپ کی خوبیاں کس طرح بیان کی ہیں۔

مورخوں اور محدثوں نے آنحضور صلعم کے تردد و اضطراب کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

بعض نے لکھا ہے۔ کہ نبوت کے بار گراں کی عظمت سے حضور متردد ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضرت جبرائیل فرشتہ کی ہیبت سے خوف لاحق ہوا۔

بعض کا قول ہے۔ کہ جلال الٰہی کا اثر تھا۔ لیکن کسی بزرگ نے اس بات کا

خیال نہ کیا۔ کہ حضور کو جس وجہ سے تردد و اضطراب لاحق ہوا۔ اس کا جواب خود قرآن شریف میں موجود ہے۔

اللہ تعالٰی سورہ الحشر کے آخر میں فرماتے ہیں۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبلٍ لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہِ

ترجمہ۔ یعنی اگر ہم اس قرآن مقدس کو پہاڑ پر اتارتے۔ تو وہ بھی خدا کے خوف سے دب اور پھٹ جاتا۔ حضور پر اس کلام پاک کی ہیبت چھا گئی تھی۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلعم کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔

یہ ورقہ وہی تھے۔ جو عیسائی ہو گئے تھے۔ اور ان کا بلند مرتبہ عیسائی علما میں شمار ہوتا تھا۔ وہ اس وقت بوڑھے ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ورقہ سے تمام کیفیت بیان کی۔

ورقہ نے سارے حالات سن کر کہا۔ یہ وہی ناموس اکبر ہے۔ جو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا حضرت عیسےٰ بھی اسی ناموس اکبر کے پیغامبر تھے۔ کاش میں جوان ہوتا۔ اور اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب آپ کی قوم آپ کے ساتھ زیادتی کر کے آپ کو اپنے وطن سے نکال دے گی۔

آنحضرت صلعم نے حیرت سے پوچھا۔ او مخرجی ھم۔ یعنی کیا مجھے قوم نکال دے گی۔

ورقہ نے کہا۔ دنیا میں جو رسول بھی آیا۔ اس نے توحید کی تعلیم پیش کی

اور اس کی قوم نے اس کے ساتھ دشمنی کی۔ آپ کے ساتھ بھی یہی پیش آئے گا۔

آپ نے فرمایا۔ خدا میری مدد کرے گا۔

صیحح بخاری باب التعبیر میں آیا ہے۔ کہ چند روز تک وحی رکی رہی۔ آپ کو نہایت پریشانی ہوئی۔ اور یہ خدشہ ہونے لگا۔ کہ کہیں جن کا وسوسہ تو نہ تھا۔ اگر ایسا ہے۔ تو مجھے ایسی زندگی پسند نہیں۔ اس سے کہیں یہ بہتر ہے۔ کہ میں قلہ کوہ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالوں۔

چنانچہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اور چاہا۔ کہ آپ کو گرا دیں۔ کہ دفعتہً جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے فرمایا۔

یا محمد انت رسول اللہ وانا جبرائیل یعنی اے محمد تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ اور میں جبرائیل ہوں۔ آپ کو یہ سن کر قدرے اطمینان ہوا۔ اور فکر و پریشانی دور ہو گئی۔

آپ بدستور غار حرا میں تشریف لے جاتے اور مراقبہ میں مصروف رہتے۔ ایک روز پھر آپ مراقبہ میں مصروف تھے۔ کہ حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔ اور کہا اٹھو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ آنحضور صلعم ان کے ساتھ چل پڑے جب کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیان پہنچے۔ تو ان کے گلے میں ایک تختی لٹکتی حضور اکرم کو نظر آئی۔ جس میں لکھا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور حضرت محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت جبرائیل پھر غائب ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم پھر مضطرب حالت میں گھر پہنچے۔ اور حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہ کو بھی شبہ گذرا۔ کہ کہیں اسرار جنہ نہ ہو۔ وہ پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ اور اُن سے کہا۔

کہ محمد صلعم کہتے ہیں۔ کہ ان کے پاس جبرائیل آتے ہیں۔ ورقہ نے کہا۔ ضرور آتے ہوں گے۔ وحی الٰہی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ حضرت خدیجہ نے پوچھا۔ یہ جبرائیل علیہ السلام کون ہیں۔

ورقہ نے جواب دیا۔ جبرائیل وہ مقدس فرشتہ ہے۔ جو انبیاء پر خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا۔ مجھے شبہ ہے۔ کہ کہیں اسرار جنہ نہ ہو۔

ورقہ نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تم کو شبہ ہے۔ تو میں انجیل مقدس تم کو دیتا ہوں۔ جب ان پر وحی نازل ہو۔ یہ کتاب ان کے سامنے کر دینا۔ اگر جن کا اثر ہو گا۔ تو محمد صلعم کا چہرہ متغیر ہو جائے گا۔ اور اگر واقعی حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے ہوں گے۔ تو کوئی اثر نہ ہو گا۔

چنانچہ حضرت خدیجہ انجیل کو چھپا کر لے آئیں۔ ایک روز آنحضور صلعم غار حرا سے مکان کو تشریف لا رہے تھے۔ کہ پھر حضرت جبرائیل کو دیکھا۔ آپ پر ہراس طاری ہو گیا۔ اور آپ گھر آکر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد آپ نے آواز سنی۔

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ

یعنی اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھو۔ اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔ اور اپنے آپ کی بڑائی اور کبریائی بیان کرو۔ پاک دامنی اختیار کرو۔ اور شرک و بدی کی نجاست سے الگ رہو۔

آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے پھر تمام کیفیت بیان کی۔ وہ جلدی سے انجیل اٹھا لائیں۔ اور اس کو حضور کے سامنے کر دیا۔ حضور نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ یہ کیا ہے۔

حضرت خدیجہ نے اپنے ورقہ کے پاس جانے کا حال بیان کر کے کہا۔ آج مجھے اطمینان ہو گیا۔ کہ آپ پر جن کا اثر نہیں ہے۔ ضرور آپ نبی مبعوث ہوئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد وحی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک روز جبرائیل امیں پھر نازل ہوئے۔ اور آپ کو قلعہ کوہ پر لے جا کر حضور کے سامنے خود وضو کیا۔ اور کہا تم بھی اس طرح وضو کرو۔ آنحضور صلعم نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے بھی اسی طرح پڑھی۔ اور عرصے تک دو رکعت ہی پڑھتے رہے۔

تبلیغِ اسلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وہ آیۂ مقدسہ نازل ہوئی۔ جس میں تبلیغ اسلام کا حکم تھا۔ تو آپ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ سے کہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے بت پرستی سے منع کیا ہے کیا تم کفر و شرک سے توبہ کر کے خدا پرستی اختیار کرو گی۔

حضرت خدیجہ نے لبیک کہتے اسلام قبول کیا۔ ان کے بعد آپ کا غلام زید ایمان لایا۔ پھر حضرت علیؓ اسلام لائے۔ اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ ان تینوں کے مسلمان ہونے سے حضور کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق آنحضرت صلعم کے احباب میں سے تھے۔ بہت مال دار اور صاحب رائے تھے۔ حضور نے انہیں دعوت اسلام دی۔ انہوں نے بلا کسی پس و پیش کے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

ان کی کوشش تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفان زبیر بن العوام۔ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص، طلحہ بن عبید اللہ اسلام لائے۔ ان کے بعد ابوبکر۔ عثمان بن مظعون۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی قم بن ابی الاقم آنحضور کی خدمت میں پیش ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ان کے بعد حضرت فاطمہ حضرت عمر بن الخطاب کی ہمشیرہ اور حضرت

حضرت سعید کی پھوپھی بھی مسلمان ہو گئیں۔ اس طرح حضرت عمیر۔ حضرت صہیب حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت جعفر بن ابو طالب وغیرہ ایمان لائے۔ اور یہ ایک چھوٹی سی مسلمانوں کی جماعت تیار ہو گئی۔ جن میں مرد عورتیں اور جوان بوڑھے سب ہی شامل تھے۔

چونکہ مشرکین کا خوف تھا۔ اس لئے نماز بھی کفار کی نظروں سے چھپ کر پڑھی جاتی۔

ایک دن حضرت سعد بن وقاص چند مسلمانوں کے ساتھ ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ چند کافر وہاں آ نکلے۔ اور نماز پڑھنے سے روکا۔ جب مسلمان نہ رکے۔ تو ایک کافر نے تلوار سے حملہ کیا۔ حضرت سعد بن وقاص نے کافر کا مقابلہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ راہ خدا میں یہ سب سے پہلی تلوار تھی۔ جو اٹھائی گئی۔

علانیہ تبلیغ

اب مسلمانوں میں اتنی طاقت آ چکی تھی۔ کہ وہ علانیہ تبلیغ کرتے۔ اور علانیہ تبلیغ کے بارے میں حکم خداوندی بھی آ چکا تھا۔ چنانچہ ایک روز حضور نبی کریم کوہ صفا پر چڑھ گئے۔ اور بلند آواز سے لوگوں کو پکارا۔

حضور کی آواز سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں تم سے کہوں۔ پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر جمع ہے۔ اور وہ فعتہً تم پر

حملہ کرنے والا ہے۔ تو کیا تم میری بات باور کرو گے۔ سب نے یکزباں ہو کر کہا۔ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اس لئے آپ کی بات کا یقین کریں گے۔

حضور نے فرمایا۔ اچھا تو سنو۔ بت پرستی اور کفر سے توبہ کرو۔ خدا پر ایمان لاؤ۔ ورنہ تم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ یہ بات سن کر لوگ برہم ہوئے۔ تو ابولہب نے مجمع میں سے چلا کر کہا۔ تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا اسی بات کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ لوگ واپس چلے آئے۔

ایک روز آپ حرم کعبہ میں پہنچے۔ اور دعوت اسلام دی۔ کفار مکہ نے آپ کی اس جرأت کو اپنی توہین اور ذلت سمجھا۔ اور بکتے جھکتے تلواریں لے کر آپ پر ٹوٹ پڑے۔ شور سن کر حضرت حارث بن ابی ہالہ دوڑے۔ دیکھا تو کفار مکہ آنحضور پر حملے کر رہے تھے۔

وہ آنحضور کو بچانے کے لئے آگے بڑھے۔ کفار نے انہیں شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی راہ میں سب سے پہلا خون تھا۔ اور سب سے پہلے شہید اسلام کی راہ میں حضرت حارث تھے۔

جب ایام حج میں لوگ جمع ہوئے۔ تو آنحضور انہیں دعوت اسلام دیتے بعض تمسخر اڑاتے اور ہنس دیتے۔ لیکن بعض سعید روحیں مشرف بہ اسلام بھی ہو جاتیں۔

ابولہب بہت گستاخیاں کرتا۔ لوگوں سے کہتا۔ اس کی باتیں نہ سنو۔ یہ مجنوں ہے۔ اس کا دماغ خراب ہے۔ اور یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اور حضور صلعم پر

غصے کی حالت میں پتھر کھینچ مارتا۔ آپ جواب میں اسے کچھ نہ کہتے بلکہ نہایت نرمی سے تبلیغ اسلام جاری رکھتے۔

ایک روز آنحضور صلعم طواف کعبہ میں مشغول تھے بعض شریر لوگوں نے آوازے کسنے شروع کئے۔ اور حد سے بڑھ کر حضور پر معترض ہوتے۔ جب ان کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں۔ تب آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔

اے اہل قریش تمہاری گستاخیاں حد سے بڑھ گئی ہیں۔ تم سنتے نہیں۔ قسم خداوند پاک کی۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔ تو تم پر عذاب الہٰی نازل ہوگا۔ اور تم فنا ہو جاؤ گے۔

آنحضور کی گفتگو سے کفار مرعوب ہو گئے۔ اور ان پر ہیبت چھا گئی۔ اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ آپ خانہ کعبہ سے باہر تشریف لے آئے۔

ایک تحریص جاہ

آنحضور صلعم تبلیغ اور اشاعت اسلام میں ہر وقت مصروف رہتے۔ اور باوجود کفار مکہ کی کوشش کے بھی مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔

ایک روز قریش کا ایک وفد ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس میں ابوجہل عتبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب شیبہ۔ عاص بن ہشام۔ ابوالبختری۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل وغیرہ شریک تھے۔

انہوں نے کہا۔ کہ آپ کا بھتیجہ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ اور ہمیں

گمراہ بتاتا ہے۔

آپ اسے سمجھائیں۔ وہ ان باتوں سے باز آجائے۔ یا آپ اس کی کفالت سے باز آجائیں۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو آپ بھی اس کے ساتھ میدان میں آجائیں۔ تاکہ روز کے جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے۔ یا جس طرح وہ چاہتا ہے۔ ہم کرنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے۔

ابوطالب نے آنحضور کو بلا بھیجا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو قریش کے وفد نے کہا۔ آپ کی وجہ سے قوم کے جذبات بھڑک اٹھے ہیں۔ اگر کشت و خون ہو گیا۔ تو خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ آپ ایسی حرکتوں سے باز آجائیں۔ تو اچھا ہے۔

اگر آپ کو دولت درکار ہو۔ تو ہم آپ کو سب سے زیادہ دولت مند بنا دیتے ہیں۔ اگر سرداری چاہتے ہو۔ تو ہم اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر حکومت چاہتے ہو۔ تو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر کسی حسین عورت پر عاشق ہو۔ تو ہم اسے بھی حاضر کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی آسیب کا اثر ہے۔ تو اس کا علاج بھی کرا دیتے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ نہ حکومت چاہتا ہوں اور نہ سرداری۔ اور نہ ہی کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ اور خدا کے احکام تم کو سناتا رہوں گا۔

بتوں کو کوئی قدرت نہیں ہے۔ انہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا

ہے۔ یہ خدا نہیں ہو سکتے۔ یہ جواب سن کر اہل وفد غصہ سے برافروختہ ہو کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد ابو طالب نے آنحضور کو نرم لہجے میں سمجھایا۔ جان من۔ اب حالت نہایت خطرناک ہو گئی ہے۔ قوم مغلوب الغضب ہو گئی ہے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تنہا ان کا مقابلہ نہ کر سکوں گا۔ تم بتوں کی اعلانیہ برائیاں نہ کرو۔

آنحضور صلعم نے فرمایا۔ یا عم۔ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دیں۔ میں تب بھی خدا کا پیغام پہنچانے سے باز نہ آؤں گا۔ خواہ میری جان بھی چلی جائے۔ ابو طالب اس جواب سے حد درجہ متاثر ہوئے۔ اور اپنی حمایت و کفالت کا اعلان کر دیا۔

مسلمانوں پر ظلم و ستم

حضرت بلالؓ

امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اور حبشی نسل سے تھے۔ موذن کے لقب سے مشہور ہوتے۔ جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر امیہ کو ہوئی۔ تو انہیں قسم قسم کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔

دوپہر کے وقت جب بالو ریت آگ کی طرح گرم ہو جاتی۔ انہیں ننگی پشت

کر کے لٹا دیا جاتا۔ اور پتھر کی وزنی اور موٹی سل چھاتی پر رکھ دی جاتی۔ پشت جل جاتی۔ اور اس میں آبلے پڑ جاتے۔ اور سانس بھی رک جاتا۔ اس پر ظلم یہ کہ اوپر سے کوڑے مارے جاتے۔ اور اسلام سے باز آنے کے لئے کہا جاتا۔

حضرت بلال کے انکار پر امیہ دیوانہ ہو جاتا۔ اور اپنی انگلیاں چبا ڈالتا۔ جب حضرت بلال بیہوش ہو جاتے۔ تو ایک قطرہ پانی کا نہ دیا جاتا۔ گلے میں رسی باندھ کر شریر لڑکوں کے حوالہ کر دئے جاتے۔

وہ انہیں گرم سڑکوں پر گھسیٹتے پھرتے۔ کوڑے اور پتھر مارے جاتے۔ جسم لہو لہان ہو جاتا۔ آپ بیہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے۔ احد احد پکارتے امیہ دیوانہ ہو جاتا۔ اور غصہ کی حالت میں ہر طرح سے ظلم و ستم کرتا۔

آخر حضرت ابوبکر صدیق نے انہیں خرید کر آزاد کرایا۔ آزاد ہونے پر بھی وہ حضور کے غلاموں میں شامل رہے۔ اور بلند مرتبہ پایا۔

حضرت زبیرؓ

زبیر کے چچا کو جب ان کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی۔ تو سخت غصہ کی حالت میں ان کے سر کے بال پکڑتے ہوئے دریافت کیا۔ بدبخت کیا تو بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

حضرت زبیر نے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ یہ سن کر بڈھے چچا کے

تن بدن میں آگ لگ گئی حضرت زبیر کو کس کر باندھ دیا۔ اور چٹائی میں لپیٹ کر اونی کپڑے کی مشعل سے اس کے ناک میں دھواں دینا شروع کیا جب آپ دھواں میں سے دوسری طرف منہ پھیرتے۔ تو ظالم چچا سر کے بال پکڑ کر ناک دھوئیں کے قریب کر دیتا۔

حضرت زبیر بے ہوش ہو گئے۔ مگر پھر بھی ظالم چچا باز نہ آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے کپڑے جل گئے۔ بڈھا تھک گیا۔ حضرت زبیر بے ہوش پڑے رہے۔ ان کو ہوش میں لانے کی کوشش نہ کی گئی۔

حضرت عثمانؓ

جب حضرت عثمان کے چچا کو معلوم ہوا۔ کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو غصے کی حالت میں عثمان سے پوچھا۔ عثمان کیا تو محمد کے خدا پر ایمان لے آیا ہے۔

عثمان نے جواب دیا۔ یا عم جو کچھ آپ نے سنا بالکل درست ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان کے چچا کو طیش آگیا۔ حضرت عثمان کو کھجور کی رسیوں میں جکڑ کر درّے مارنے شروع کئے۔ چمڑے کا درہ جسم کے جس حصہ پر پڑتا تھا کھال اتار دیتا۔ بدن زخموں سے چور ہو گیا اور جسم کے ہر حصہ سے خون جاری تھا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔

بیہوشی کی حالت میں چچا کے حکم سے کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ دوسرے دن پھر انہیں نکالا گیا۔ پھر زدو کوب کرنا شروع کیا۔ آخر چچا تھک کر ہار گیا۔ مگر حضرت عثمان نے اسلام سے انکار نہ کیا۔

لبنیتہ رضی

آپ حضرت عمرؓ کی کنیز تھیں۔ ابھی تک حضرت عمر دولت اسلام سے مالا مال نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ کو لبنیتہ کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی۔ تو سخت طیش میں آئے۔ اور اسکے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر لائے۔ اور مارتے ہوئے دریافت کیا۔ بتا کون سے لالچ نے تجھے مسلمان ہونے پر آمادہ کیا ہے۔ لبنیتہ نے کہا۔ کسی لالچ نے نہیں۔ حضرت محمد کوئی بادشاہ نہیں ہیں۔ ان کے پاس کیا رکھا ہے۔ صرف پیغام حق سن کر مسلمان ہو گئی ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت عمر غضبناک ہو گئے۔

انہوں نے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ مارتے مارتے تھک گئے۔ ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور کنیز سے کہا۔ کہ رحم کی بنا پر تجھے نہیں چھوڑا۔ بلکہ میں تھک گیا ہوں۔ زندگی چاہتی ہے۔ تو اسلام چھوڑ دے۔

کنیز نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ کو اس کے انکار پر طیش آگیا۔ پھر مارنا شروع کیا۔ کنیز بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب ہوش میں آئی۔ تو عمر پھر مارتے۔

صہیبؓ

قریش مکہ نے حضرت صہیب کو رسیوں سے جکڑ کر سخت گرم ریت پر چیت لٹا دیا ہوا تھا۔ اور ان کے سینہ پر دو قوی ہیکل جوان کھڑے مارتے جاتے تھے۔ خدا کے نام سے انکاری ہونے کو کہتے جاتے تھے صہیب سخت تکلیف میں تھے۔

کہتے جاتے تھے۔ اسلام نہ چھوڑوں گا۔ جان چھوڑ دوں گا۔ یہ بات سن کر قریش غضبناک ہو گئے۔ پتھروں سے سر کچلنا شروع کر دیا۔ خون کا پرنالہ جاری ہو گیا۔ آپ نے پانی مانگا۔ کسی نے رحم نہ کھایا۔ بیہوشی کی حالت میں بھی ظلم و ستم سے باز نہ آئے۔

ابو فکیہہ

آپ کے دونوں پاؤں میں رسی باندھ کر گرم ریت پر گھسیٹا جاتا تھا۔ تمام جسم چھل گیا تھا۔ زخموں پر گرم ریت چپک کر بہت تکلیف دے رہا تھا۔ امیہ نے ازراہ تمسخر ابو فکیہہ کو ایک قریش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ دیکھ یہ تیرا خدا کھڑا ہے۔

ابو فکیہہ نے کہا میرا اور تیرا خدا وہ ہے۔ جس کے قبضے میں میری اور تمہاری جان ہے۔

یہ جواب سن کر امیہ کو سخت غصہ آیا۔ ابوفکیہہ کا گلا پکڑ کر اس زور سے دبایا۔ کہ آنکھیں باہر نکل آئیں۔ سانس رک گیا۔ بیہوش ہو گئے۔ سب نے سمجھا۔ مر گئے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئے۔ امیہ نے پھر دریافت کیا۔ بتا خدا کون ہے۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ جو اس سے قبل دیا تھا۔ امیہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ ایک بڑا وزنی پتھر کئی آدمیوں سے مل کر اٹھایا۔ جو سخت گرم تھا۔ اور ابوفکیہہ کے سینے پر رکھ دیا۔

پتھر اس قدر بوجھل تھا۔ کہ ان کی زبان باہر نکل آئی۔ بیدم ہو گئے۔ امیہ نے پوچھا۔ اب بتا کہ خدا کون ہے۔ حضرت ابوفکیہہ نے اشارہ سے آسمان کی طرف انگلی کی۔

حضرت سمیہ

دشمن اسلام کفار اعظم ابوجہل کی لونڈی تھی۔ ان کے اسلام لانے سے ابوجہل کو سخت غصہ ہوا۔ اور دیوانگی کی حالت میں برچھی ان کے سینے میں ماردی خون فوارہ کی طرح نکل آیا۔ ابوجہل کہہ رہا تھا۔ اقرار کر کہ ہبل سب سے بڑا خدا ہے۔

انہوں نے کہا۔ ہبل خدا نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی ابوجہل نے حضرت سمیہ کے دل پر برچھی ماری۔ ان کی زبان سے اللہ کا نام نکلا۔ اور جنت کو سدھاریں ان کے لڑکے حضرت عمار نے والدہ کو شہید ہوتے دیکھ کر ان کا سر اٹھا کر

اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور کہا۔ اٹھو پیاری امی، خدا کے لئے اٹھو۔ خدا کا نام سن کر کافروں کو غصہ آ گیا۔

اس قدر مارا، کہ وہ بھی بیہوش ہو کر اپنی والدہ کی لاش پر گر گئے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عمار کے والد نے ابو جہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم جتنا مرضی ظلم کر لو۔ مگر کوئی مسلمان اپنے خدا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میں بھی مسلمان ہوں۔

یہ سنتے ہی ابو جہل نے دو اونٹ منگائے۔ کافروں نے حضرت یاسر کے دونوں ہاتھ ایک اونٹ سے کس دئے۔ اور دوسرے اونٹ کی عماری سے دونوں پاؤں باندھ دئے۔

حضرت یاسر دونوں اونٹوں کے درمیان لٹکنے لگے۔ اونٹوں کو مخالف اطراف میں ہانکا۔ اونٹوں کے چلنے سے حضرت یاسر کو جھٹکا لگا۔ اور دونوں ہاتھ بازوؤں سے اکھڑ گئے۔

غرضیکہ مسلمانوں پر اس قدر ظلم و ستم ہوئے جن کی نظیر تاریخ دنیا میں کہیں نہیں ملتی ہے۔ اس پر بھی بعض احمق لوگ اسلام پر بہتان لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ کیا یہ ظلم و ستم مسلمان کر رہے تھے۔ یا کفار۔ تلوار کفار کے ہاتھ میں تھی۔ یا مسلمانوں کے ہاتھ تھی۔ اسلام فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ پھیل رہا ہے۔ اگر ہم ان تمام مظلوموں کی داستانیں لکھیں۔ تو تحریر کر پڑھنا دشوار ہو جائے۔ صرف چند واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ہجرت

جب قریش کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تب مسلمانوں کی مظلومی اور بیکسی کی یہ کیفیت دیکھ کر حضور نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ اور ہجرت کے لئے حبشہ کو منتخب کیا گیا۔

یہاں کا بادشاہ عیسائی تھا۔ عرب اسے نجاشی کہا کرتے تھے۔ سب سے پہلا قافلہ نبوت کے پانچویں سال جس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ رات کے وقت مکہ سے روانہ ہو کر جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا۔ اتفاقاً یہاں ایک جہاز جا رہا تھا۔ جہاز تجارتی تھا۔ اس لئے کرایہ سستا فی شخص پانچ درہم ادا کرنا پڑا۔

یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر حبش میں پہنچ گئے۔ کفار مکہ کو جب مسلمانوں کی ہجرت کا علم ہوا۔ تو وہ بھی تعاقب میں چلے۔ مگر جدہ میں آ کر انہیں معلوم ہوا۔ کہ مسلمان حبش کو روانہ ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کو حبش میں جا کر آرام نصیب ہوا۔ جب مکہ کے مسلمانوں کو ان کی خیریت کی خبر ملی۔ تو جب اور جسے موقعہ ملتا۔ تو وہ کسی نہ کسی طرح حبش پہنچنے کی کوشش کرتا۔

رفتہ رفتہ اسی مرد اور گیارہ عورتیں کل اکیانوے مسلمان ملک حبش میں ہجرت کر گئے۔ جن میں ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ کفار کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ مسلمان متواتر حبش کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ اور وہاں بلا خوف و خطر زندگی بسر

کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے ایک دن عمرو بن العاص، اور عبداللہ بن ربیعہ کی قیادت میں بیش قیمت تحائف دے کر روانہ کیا۔ تاکہ شاہِ حبش کو مسلمانوں کو بدظن کر کے واپس لایا جائے۔

یہ وفد حبش پہنچ کر شاہ نجاشی کے دربار میں باریاب ہوا۔ اور تحائف پیش کرتے ہوئے عمرو بن العاص نے کہا۔ ہمارے ملک میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام محمد ہے۔ اور اس نے ایک نیا مذہب جاری کیا ہے۔ بتوں کی توہین کرتا ہے۔ اور عیسائی مذہب کو بھی برا کہتا ہے۔

اس کے پیرو وہاں سے بھاگ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں آپ انہیں ہمارے حوالہ کر دیں۔ نجاشی حیران ہوا۔ اور اس نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور دریافت کیا۔ کیا تم لوگ بت پرستی اور نصرانیت کے خلاف ہو۔

حضرت جعفر بن ابوطالب نے کہا۔ اے بادشاہ ہم لوگ جاہل تھے۔ بدکار تھے۔ کمزوروں کو مار ڈالتے تھے۔ اللہ تعالٰی نے ہم پر رحم کیا۔ اور ہم میں ہی ایک رسول بھیجا۔ اس نے ہمیں نیکی کی دعوت دی۔ ہم اس کی صداقت سے خوب واقف تھے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بُرے اعمال سے توبہ کی۔

ہماری قوم نے ہم پر ظلم کرنا شروع کیا۔ تنگ آ کر وہاں سے نکل آئے اور اس ملک میں آ کر پناہ لی۔ اب یہ ہم پر ظلم و ستم کرنے کے لئے یہاں سے لے جانا چاہتے ہیں۔

نجاشی نے پوچھا۔ کیا تمہارے رسول پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی ہے۔ حضرت جعفر نے جواب دیا۔ ہاں قرآن شریف نازل ہوا ہے۔

نجاشی تم کو قرآن شریف کا کوئی حصہ یاد ہے۔ میں سننا چاہتا ہوں۔

حضرت جعفر نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی۔ عام مسلمان ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت جعفر نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن پاک فرما رہے تھے۔

نجاشی پر رقت طاری ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا۔ خدا کی قسم اس کلام سے صداقت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ وہی ہے۔ جو توریت اور انجیل میں ہے۔ اس نے عمرو بن العاص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم واپس جاؤ۔ میں ان مظلوموں کو ہرگز تمہارے حوالے نہ کروں گا۔

عمرو بن العاص نے کہا۔ عالیجاہ یہ لوگ حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے ہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیار سے پوچھا۔ کیا یہ لوگ سچ کہہ رہے ہیں۔

حضرت جعفر نے کہا۔ ہمارے پیغمبر نے حضرت عیسےٰ کو اللہ کا پیغمبر کلمۃ اللہ ہیں۔ اور خدا کے بندے ہیں۔ بتایا ہے۔

نجاشی نے کہا۔ خدا کی قسم تم سچ کہتے ہو۔ نجاشی نے وہ تحائف واپس کر دیئے۔ جو سفراء ساتھ لائے تھے۔ اہل قریش کا وفد ذلت اور ناکامی کے ساتھ واپس ہوا۔ یہ واقعہ نبوت کے چھٹے سال میں ہوا۔

امیر حمزہ کا قبول اسلام

ایک روز آنحضور صلعم عصر کے وقت ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابو جہل اس طرف آنکلا۔ آپ کو دیکھ کر جل گیا۔ اور غیظ و غضب میں آکر گالیاں بکنے لگا۔ اور ایک پتھر کا ٹکڑا اٹھا کر آپ پر مارا۔ جس سے آپ زخمی ہو گئے۔ اور خون بہنے لگا۔

ایک کنیز اتفاق سے وہاں پر یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس آ رہی تھی۔ کہ شام کے وقت حضرت حمزہ شکار سے واپس آتے ہوئے ملے۔ حضرت حمزہ نہایت بہادر اور بڑے جنگ جو تھے۔ آنحضور صلعم کے چچا تھے۔ کنیز نے انہیں دیکھ کر کہا۔ (یہ کنیز ابو جہل کی لونڈی تھی) اے امیر ٹھہر جاؤ آج خاندان ہاشم کی حمیت کہاں گئی کہ اس کے ایک نوجوان کو صرف اس لئے مارا جاتا ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور ہاشمیوں کے خون میں جوش نہیں آتا۔

کنیز نے تمام واقعہ حضرت حمزہ کو سنایا حضرت حمزہ کو طارہ آگیا سیدھے حرم میں آئے۔ ابو جہل کے سر پر اس زور سے کمان ماری۔ کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو تنگ کرتا ہے۔ تجھے خبر نہیں ہے۔ کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اگر تجھ میں ہمت ہے۔ تو میرے سامنے آ۔

ابو جہل کے ساتھی حضرت حمزہ پر حملہ کرنے کے لئے اٹھے مگر ابو جہل

نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ کیونکہ وہ حضرت حمزہ کی سپہ گری اور بہادری سے خوب واقف تھا۔

حضرت حمزہ نے ابوجہل سے یہ تو کہہ دیا۔ کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر ابھی تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ واپس آکر انہوں نے آنحضور سے کہا۔ کہ میں تمہارا بدلہ ابوجہل سے لے آیا ہوں۔

حضور نے فرمایا۔ چچا جان میں تو جب خوش ہوں گا۔ جب آپ مسلمان ہو جائیں گے۔ ایک اندھے کو اس لئے مارنا کہ اسے نظر نہیں آتا۔ میں اچھا نہیں سمجھتا۔

آنحضور صلعم کی بات اثر کر گئی۔ حضرت حمزہ اسی وقت مشرف اسلام ہوئے مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے سے بڑی خوشی اور تقویت ہوئی۔

حضرت عمر کا اسلام لانا

حضرت حمزہ کے مسلمان ہونے سے قریش کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ ابوجہل نے اعلان کر دیا۔ کہ جو محمد کو مار ڈالے گا۔ اسے یک صد اونٹنیاں اور ہزار اوقیہ چاندی انعام دوں گا۔

حضرت عمر نے جب یہ اعلان سنا۔ تو وہ اس کام کے لئے تیار ہو گئے حضرت عمر نہایت بہادر، بڑے جنگجو اور پہلوان تھے مسلمانوں کی ایذارسانی میں سب سے آگے تھے۔ انہوں نے قریش کی مجلس میں جا کر اعلان کیا۔ اور

تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور محمد صلعم کو قتل کرنے کے لئے چل پڑے۔ بپھرے ہوئے شیر کی مانند برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے جھومتے جھامتے جا رہے تھے۔ راہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ عمر کس ارادہ سے جا رہے ہیں۔

پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا محمد صلعم کو قتل کرنے کے لئے تاکہ یہ فتنہ ختم ہو جائے۔

نعیم نے کہا۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا۔ غیظ و غضب میں کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پہلے ان دونوں کا صفایا کر آؤں۔ حضرت نعیم کا بھی یہ منشا تھا۔ کہ عمر کسی نہ کسی طرح اپنے ارادوں سے باز آ جائے۔ اور حضرت محمد کو معلوم ہو جائے۔ حضرت عمر غصے کی حالت میں ملپٹ کر اپنی بہن فاطمہ کے گھر کی طرف چل دئے دروازہ بند تھا۔ کان لگا کر سننے لگے۔ قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی۔ بہن تلاوت کر رہی تھی۔ اور ان کے خاوند سعید بن زید سن رہے تھے۔ غصہ سے بیتاب ہو کر مکان میں داخل ہوئے۔

حضرت عمر کو اس حالت میں دیکھ کر ان دونوں نے قرآن شریف کے اوراق چھپا دئے۔

حضرت عمر نے ڈپٹ کر پوچھا۔ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ غصے سے سعید کا دامن پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور نیچے گرا کر مارنا شروع کیا۔ مارتے جاتے تھے۔

اور کہتے تھے۔ کمبخت کیا تو مسلمان ہو گیا ہے۔ اے ذلیل کمینے تم نے مسلمان ہو کر ہمارے خاندان کو بٹہ لگا دیا ہے۔

بہن اپنے خاوند کی مدد کے لئے آگے بڑھی۔ غصے نے حضرت عمر کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ انہوں نے بہن کو بھی مارا۔ اور اس قدر مارا۔ کہ لہولہان ہو گئی۔

فاطمہ نے دلیری سے کہا۔ اے بھائی ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب جو تم سے ہو کر لو۔ یہ جواب سن کر بہن کی طرف دیکھا خون میں تر دیکھ کر غصہ کم ہوا۔ کہا اچھا فاطمہ جو تم پڑھ رہی تھی۔ مجھے وہ دکھاؤ۔

فاطمہ نے کہا۔ اس کو پاک لوگ ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ غسل کر کے آئیں۔ تو ہم آپ کو دکھا سکتے ہیں۔

حضرت عمر باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد غسل کر کے آئے۔ اور کہا۔ دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ نے قرآن مجید کے چند اوراق دکھائے۔ آپ نے خود پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں پڑھتے جاتے۔ قلب متاثر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک اثر ہوا رونے لگے۔ بے ساختہ بولے۔ مجھے محمدؐ کے پاس لے چلو۔

حضرت خباب جو حضرت سعید اور فاطمہ کو درس قرآن دے رہے تھے اور عمر کی آمد پر مکان میں چھپ گئے تھے۔ یہ حالت حضرت عمر کی دیکھ کر باہر نکل آئے۔ اور کہا عمر مبارک ہو۔ آنحضرت صلعم کل دعا فرما رہے تھے۔ کہ اے اللہ۔ یا عمر کو مسلمان کر دے۔ یا ابوجہل کو

تمہارے حق میں دعا قبول ہو گئی ہے تمہیں مبارک ہو۔

حضرت سعید حضرت فاطمہ اور حضرت جناب حضور کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت عمر کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ دروازہ پہ ان کو دستک دی۔ صحابہ نے جھانک کر دیکھا سب کو فکر ہوا۔

حضور نے فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ حضرت حمزہ موجود تھے۔ کہا۔ اگر عمر نیک ارادہ سے آیا ہے۔ تو خیر ورنہ تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ دروازہ کھولا گیا۔

حضرت عمر اندر داخل ہوئے۔ حضور نے عمر کا دامن جھٹکتے ہوئے فرمایا۔ عمر کس ارادہ سے آئے ہو۔ عمر نے عرض کی۔ کہ خدا کے سچے رسول پہ ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضور نے یہ سنتے ہی بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام اصحابہ نے مل کر اس زور سے نعرہ لگایا۔ کہ مکہ کے تمام در و دیوار گونج اٹھے حضور نے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔

مسلمان ہوتے ہی حضرت عمر نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔ اے خدا کے رسول جب کفار علانیہ بت پرستی کرتے ہیں۔ تو ہم بھی خانہ کعبہ میں چل کر علانیہ نماز کیوں ادا نہ کریں۔

حضور نے فرمایا۔ اگر تمہارا یہی ارادہ ہے۔ تو چلو سب لوگ خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے آگے حضرت عمر شمشیر برہنہ لئے چل رہے تھے۔ کفار مکہ نے حضرت عمر کو مسلمانوں کے ساتھ جب اس حالت میں آتے

دیکھا۔ تو کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہوا مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھی. یہ سب سے پہلی نماز تھی۔ جو خانہ کعبہ میں ادا کی گئی۔ حضرت عمر کے دبدبہ سے کسی کو چون وچرا کرنے کی ہمت نہ ہوئی. اس وقت حضرت عمر کی عمر ۳۳ سال تھی۔ اور نبوت کا چھٹا سال تھا۔

مقاطعہ

اسلام کی روزافزوں ترقی کو دیکھ کر قریش نے جمع ہو کر ایک دن فیصلہ کیا۔ کہ ابوطالب سے کہا جائے۔ کہ محمد کو ہمارے حوالے کر دے تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ اور اگر ایسا نہ کرے۔ تو ان سے ہر قسم کا میل جول ترک کر دیا جائے۔

ابوطالب سے مطالبہ کیا گیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اب کفار مکہ نے اس وقت تک مقاطعہ کا اعلان کر دیا جب تک بنوہاشم آنحضور صلعم کو قتل کے لئے حوالہ نہ کر دیں۔ اس وقت تک کسی قسم کا میل جول بول چال ان سے نہ کی جائے۔

اس قسم کا ایک مضمون لکھ کر اور اس پر بڑے بڑے لوگوں کے دستخط کرا کر در کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا۔

آنحضور صلعم تمام مسلمانوں اور خاندان بنوہاشم کو ساتھ لے کر پہاڑ کی ایک گھاٹی میں ودرہ تھا۔ اس میں چلے گئے۔ مسلمان اور بنوہاشم پورے تین

سال تک اس درہ میں محصور رہے۔ کیونکہ ابھی تک حضور نے مسلمانوں کو کفار سے لڑائی کی اجازت نہ دی تھی۔

صرف حج کے ایام میں مسلمان درہ سے باہر نکلتے۔ حج سے فارغ ہو کر شام تک جس قدر مسلمان سامان خورد و نوش خرید سکتے۔ خرید کر پھر درہ میں چلے جاتے۔ تین سال کے بعد وہ عہد نامہ جو در کعبہ پر لٹکایا گیا تھا۔ دیمک نے صاف کر دیا۔ اور کچھ قریش کو مسلمانوں کی مظلومی پر بھی ترس آ گیا اور اس درہ سے رہائی نصیب ہوئی۔

ابوطالب کی وفات

مسلمان جب درہ سے باہر نکلے۔ تو نبوت کا دسواں سال تھا۔ مسلمانوں کا خیال تھا۔ کہ قریش اب ظلم و ستم سے باز آ جائیں گے۔ مگر ان کا خیال غلط نکلا۔ اور ان کی عداوت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

آنحضور صلعم کے چچا ابوطالب جنہیں آنحضور سے بہت محبت تھی۔ بیمار ہو گئے۔ حضور ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ اس وقت وہاں ابوجہل عبداللہ بن امیہ وغیرہ وغیرہ کئی قریش بیٹھے تھے۔

حضور صلعم نے کہا۔ چچا جان آپ ہمیشہ مجھ پر مہربان رہے ہیں۔ اور ہر حالت میں میری معاونت کی ہے۔ آپ کے مجھ پر بہت زیادہ حقوق ہیں۔ میری ایک خواہش ہے۔ کہ آپ میری خاطر کلمہ پڑھ لیجئے۔

تاکہ آپ کی شفاعت ہو جائے۔

ابی طالب نے کہا۔ جانِ من جو کچھ تم کہتے ہو۔ درست ہے۔ اب موت کا وقت قریب ہے۔ اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لوں۔ تو لوگ مجھ پر بزدلی کا الزام لگائیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ موت سے ڈر کر کلمہ پڑھ لیا۔ یہ بات تمہارے لئے بھی اچھی نہیں ہے۔ اور مجھے بھی منظور نہیں ہے۔

لیکن ابن اسحٰق سے روایت ہے۔ کہ جب ابوطالب کی حالت نزاع کے قریب ہوئی۔ تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے کان لگا کر سنا۔ تو ابوطالب کلمہ پڑھ رہے تھے۔

ابوطالب کی وفات اسی سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات

ابھی آنحضور صلعم کے شفیق چچا کی وفات کو چند روز ہی ہوئے تھے۔ کہ حضرت خدیجہؓ آنحضرت کی پاک دامن اور نیک بیوی کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجہ بنو اسد کی ایک معزز خاتون تھیں۔ آپ نے خود خواہش کر کے حضور سے عقد کیا تھا۔ سب سے پہلے ایمان لائیں۔ آپ حضرت فاطمہ کی والدہ تھیں لہٰذا اپنی تمام دولت تبلیغ اسلام کے لئے حضور صلعم کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔

آپ کو آبائی معاشرت کے خلاف پردہ کے اہتمام سے دفن کیا گیا ۱۰ نبوی ماہ رمضان میں وفات پائی۔ ابوطالب اور حضرت خدیجہ دونوں ہستیاں حضور صلعم کی بے حد غمگسار اور ہمدرد تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ سال عام الحزن یعنی غم کا سال ہے۔

ظلم و ستم

حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد قریش کو کسی کا پاس ولحاظ نہ رہا۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ حضور کو قتل کر ڈالیں۔

ایک دن آنحضرت کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ ایک شقی نے آپ پر کیچڑ ڈال دیا۔ آپ کے سر اور داڑھی کے تمام بال اور کپڑے خراب ہو گئے۔ آپ اسی حالت میں گھر تشریف لے آئے۔

حضور کی یہ حالت دیکھ کر حضرت فاطمہ پانی لے کر دوڑی۔ سر دھلاتی تھیں۔ اور فرط محبت سے روتی جاتی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ ابا جان! یہ لوگ کیوں تنگ کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا۔ اس لئے کہ ان کی آنکھیں ہیں۔ اور دیکھتے نہیں۔ ہر زمانہ میں نبیوں کو اسی طرح ستایا گیا ہے۔

ایک دفعہ آپ خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ وہاں بہت سے مشرک

اور کفار بیٹھے تھے۔ ابوجہل نے از راہ تمسخر کہا۔

اے آل ہاشم دیکھو۔ تمہارا نبی آیا ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے ہنس کر کہا ہمیں کیا۔ کوئی نبی بن جائے۔ یا فرشتہ تمام کافر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ حضور کو جلال آگیا۔ آپ نے فرمایا۔

عتبہ تیرے ہنسنے کا زمانہ ختم ہونے کو ہے۔ ابوجہل کو فرمایا مغرور سرکش وقت قریب آرہا ہے۔ کہ تو روئے گا زیادہ اور ہنسے گا کم۔ پھر آپ نے ولید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تجھے اپنی بہادری پر بڑا ناز ہے مگر یاد رکھ۔ جس دن حضرت عمر اور حضرت حمزہ کو لڑائی کی اجازت دوں گا۔ مکہ کی گلیاں خون سے سیراب ہو جائیں گی۔

تم آج جس دین کا مضحکہ اڑاتے ہو سب اسی دین میں اپنی خوشی سے داخل ہو جاؤ گے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضور تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد ابوسفیان نے کہا۔ بیشک ہمیں احتیاط کرنی چاہیئے۔ اگر مسلمانوں کو لڑائی کی اجازت مل گئی۔ تو ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔

ابوجہل نے غصے میں آکر کہا۔ عمر ہو یا حمزہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اہل طائف

جب قریش مکہ کی یہ حالت دیکھی۔ تو آپ نے طائف جا کر تبلیغ اسلام کا

ارادہ کیا۔ رسول صلعم نے زید بن حارث کو ساتھ لیا۔ آپ پاپیادہ کئی دن میں سفر کرتے ہوئے طائف پہنچے۔

ایک روز آپ نے رئیسانِ طائف کو اسلام کا پیغام دیا۔ خدا کا نام سن کر قریش مکہ کی طرح طائف کے رئیس بھی غصے میں آگ بگولہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

تمہارے کہنے سے ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پوجا چھوڑ دینگے

دوسرے نے کہا تمہارے دماغ میں خلل ہے۔ جبھی تو ایسی واہیات باتیں کرتے ہو۔

تیسرے نے کہا۔ وہ کون سا خدا ہے جس نے تم جیسے بے مایہ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور تم پیدل جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہو۔ ہم خیالی خدا کو نہیں پوج سکتے۔ یہاں آپ کی اور آپ کے خدا کی ضرورت نہیں ہے۔

آنحضور صلعم مایوس ہو کر وہاں سے چلے۔ رئیسانِ طائف نے شہر کے بدمعاشوں اور آوارہ لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ بدمعاش گالیاں بکتے راستے میں دو رویہ صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے۔ آنحضور گذرتے۔ تو پتھر مارتے۔

آپ کی پنڈلیوں پر اس قدر پتھر مارے۔ جن کی وجہ سے اسقدر خون بہا۔ کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ تین میل تک آپ کی یہی حالت رہی۔ زید بن حارث آپ کو بچاتے ہوئے بری طرح زخمی ہوئے۔ حضور نبی کریم زخموں کی وجہ چور ہو کر بیٹھ جاتے۔ تو بدمعاش آپ کا بازو پکڑ کر

کھڑا کر دیتے۔ اور پھر پتھر برساتے۔

آخر آپ نے عتبہ بن ربیع کے باغ میں پناہ لی۔ اور ایک کھجور کے سہارے نیم دراز ہو گئے۔ زید نے اپنے عمامہ کی دھجیاں کیں۔ اور حضور کی پنڈلیوں سے خون پونچھ کر زخموں پر پٹیاں کس دیں۔

کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپ نے پھر سفر اختیار کیا۔ جب آپ نخلہ کے قریب پہنچے۔ تو آپ کو چند مسلمان ملے۔ جنہوں نے آپ کو بتایا۔ اہل مکہ کو طائف کے تمام حالات کی خبر ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھی بدمعاش تیار رکھے ہیں۔ آپ ابھی مکہ تشریف نہ لے جائیں۔

حضور اکرم نے فرمایا۔ خدا مددگار ہے۔ اور کوہ حرا پہ تشریف لے گئے۔ پورے ایک ماہ کے بعد آپ مکہ میں دوبارہ تشریف لائے۔ اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔

اسی سال آنحضور صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ عقد کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ کی عمر سات سال کی تھی۔

دوسرا نکاح اسی سال آپ نے حضرت سودہؓ سے کیا۔ اس وقت سودہؓ کی عمر پچاس برس کی تھی۔

حضرت سودہؓ نے بہتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور حضرت عائشہؓ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔

معراج

سلہ نبوی ۲۷ رجب المرجب دوشنبہ کی رات کو آنحضرت صلعم سو رہے تھے۔ کہ حضرت جبرائیل نے خواب سے بیدار کیا۔ اور باادب کہا اے محمد آپ کو پروردگار نے بلایا ہے۔

حضرت جبرائیل آپ کو چاہ زمزم پر لے گئے۔ اور پہلے آپ کو وضو کرایا۔ پھر آپ کا پیٹ چاک کر کے آپ کے دل کو آب زمزم سے خوب دھویا۔ پھر ایمان، حکمت اور نور خدا آپ کے سینہ و قلب میں بھر کر دل کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ کو برابر کر دیا۔

پھر حضور کو ساتھ لے کر کوہ صفا و مروہ کے درمیان میں پہنچے۔ تو حضور کی خدمت میں سواری کے لئے براق پیش کیا گیا۔

جبرائیل نے عرض کی۔ حضور اس پر سوار ہو جائیے۔ اس پر انبیا علیہ السلام سوار ہوتے ہیں۔ آپ کے سوار ہوتے ہی وہ اس قدر تیز رفتاری سے چلا۔ کہ چند ہی لمحہ میں بیت المقدس پہنچ گیا۔ حضور نے یہاں مسجد اقصیٰ میں داخل دو رکعت نماز ادا کی۔ تمام انبیا علیہ السلام نے یہاں آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ پھر براق پر سوار ہوئے۔ جبرائیل بھی ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ جب حضور آسمان کے قریب پہنچے۔ تو

جبرائیل نے دربان کو آواز دی۔ دربان نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ حضور براق پر آسمانوں کی سیر کرتے چلے جا رہے تھے۔

یہاں اور انبیا علیہ السلام سے ان کے مقام پر ملاقات کرتے جا رہے تھے۔ آپ نے جنت اور دوزخ کو بھی ملاحظہ فرمایا۔

جب آپ سدرۃ المنتہیٰ کی آخری حد پر پہنچے۔ تو جبرائیل علیہ السلام رک گئے۔ آپ کے دریافت کرنے پر جبرائیل نے عرض کی۔ اس سے آگے بڑھنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اگر آگے بڑھوں۔ تو تجلی الٰہی سے میرے بال و پر جل جائیں گے۔

یا رسول اللہ اس سے آگے قدرت آپکی رہنمائی کرے گی۔ آپ تشریف لے جائیے۔

آپ اکیلے آگے بڑھے۔ جب آپ رفرف کے قریب پہنچے۔ تو آپ کو اسرافیل فرشتہ نے سلام کیا۔ آپ اکیلے آگے بڑھتے گئے۔ روشنی عجیب اور کیف آگیں ہوتی جاتی تھی۔ حتےٰ کہ آپ عرش معلےٰ کے قریب پہنچ گئے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے محمد نزدیک آؤ۔

یہ آواز سنتے ہی آپ نے بے ساختہ فرمایا۔ اے خداوند عالم تمام قسم کی بزرگیاں اور تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔

دوبارہ آواز آئی۔ اے پیارے محبوب تم پر سلام اور نیک اللہ کے بندوں پر سلامتی ہو۔

ساتھ ہی بلند آواز سے فرشتوں نے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و

اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا

حضور سجدہ میں گر گئے رعب الہٰی سے آپ کا جسم تھرانے لگا۔ خداوند عالم نے نہایت شفقت سے نوازا۔ پانچ وقت کی نماز امت پر فرض کی گئی حضور صلعم نے خداوند کریم کی بارگاہ میں امت کی بخشش کے لئے عرض کی۔

جواب ملا۔ پیارے حبیب تیری امت میں سے جس امتی کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ اور جو کفر و شرک سے پاک ہوگا۔ میں اسے بخش دوں گا۔

یہ نوید جانفزا سن کر حضور بہت خوش ہوئے۔ اور آپ نے واپسی کی اجازت چاہی۔ آپ کو واپسی کا اذن ملا۔ حضور واپس سدرۃ المنتہیٰ تشریف لائے۔ جبرائیل آپ کے انتظار میں کھڑا تھا۔ راستے میں عزرائیل فرشتہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ہر امتی کی روح نرمی سے قبض کرنے کی ہدایت کی۔

یہاں سے آپ پھر براق پر سوار ہوئے۔ اور آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے زمین کی طرف آ گئے۔

مقام ارمایر ایک قافلہ دیکھا۔ جو اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ یہاں آپ نے پانی پیا۔

مقام نفیحہ میں ایک قافلہ آ رہا تھا۔ سب سے اگلے اونٹ کا رنگ خاکی تھا۔ اور اس پر سیاہ ٹاٹ پڑا ہوا تھا۔ آپ نے قافلہ والوں کو سلام کیا۔ اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

اسی طرح آپ مکہ میں آ گئے۔ اور صفا مروہ کے مقام پر براق سے اُتر پڑے۔ اپنی خواب گاہ میں آئے۔ تو دروازہ کی زنجیر بدستور ہل رہی تھی۔ اور آپ کا بستر گرم تھا۔

قریش مکہ کو جب معراج کی بابت معلوم ہوا۔ تو انہوں نے تمخول کے طور پر صدیق اکبر سے کہا۔ تمہارے نبی کو معراج ہوا ہے۔ اور ایک ہی رات میں آسمانوں کی سیر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں۔ ہم ان سے واقعات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھیں کہ تمہارے نبی بتاتے ہیں کہ نہیں۔

صدیق اکبر جب خانہ کعبہ میں پہنچے۔ اس وقت سینکڑوں کفار قریش بھی پہنچ گئے تھے۔ ابولہب نے قہقہہ لگاتے ہوئے صدیق اکبر سے کہا۔ تمہارے نبی کو معراج ہوا ہے۔ اور وہ جنت اور دوزخ کی سیر بھی کر آئے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا۔ میرا ایمان ہے۔ جو کچھ خدا کے رسول نے فرمایا ہے۔ سب سچ ہے۔ میں نے بھی ابھی آپ کے معراج کے متعلق سنا ہے اور واقعات معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔

حضور نے تمام واقعات سب کو سنائے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے سنتے ہی کہا۔ صدقت یا رسول اللہ۔ اے خدا کے رسول آپ نے سچ فرمایا۔

ابوجہل نے کہا ابوبکر تم ایسی لایعنی باتوں کو سچا سمجھتے ہو۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ اتنی بڑی مسافت ایک رات میں ہو جائے۔

صدیق اکبر نے فرمایا۔ خدا میں سب کچھ کرنے کی قدرت ہے۔ محمدؐ

ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتے۔

ابوجہل ہنس پڑا۔ اپنے ساتھ ان لوگوں کو لایا ہوا تھا۔ جو بیت المقدس میں عرصہ تک رہ چکے تھے۔ انہوں نے حضور سے باری باری بیت المقدس کے متعلق سوال کئے۔

حضور نے تائید ایزدی سے سوال کرنے والوں کو ایسا شافی اور تسلی بخش جواب دیا۔ کہ سوال کرنے والے دنگ رہ گئے۔ سب نے اقرار کیا۔ کہ حضور نے جو کچھ جواب دیا ہے۔ بالکل سچ ہے۔

بیعت عقبیٰ اولیٰ

حضور اکرم حج کے موقعہ پر جو قافلے باہر سے آتے ان میں جا جا کر خداوند کریم کا پیغام سناتے۔ آپ کی کوشش سے مدینہ کے پانچ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ حضور نے انہیں واپس جا کر مدینے میں پیغام حق سنانے کی تاکید کی۔

دوسرے سال ماہ ذوالحجہ میں جب قافلے آنے شروع ہوئے۔ تو حضور کو وہ مسلمان بھی ملے جو پچھلے سال مسلمان ہو کر مدینہ گئے تھے۔ یہ مسلمان آپ کو منیٰ کے پاس مقام عقبہ میں ملے۔

انہوں نے بتایا۔ کہ مدینہ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اور سات آدمی ہمارے ساتھ اس سال حج کعبہ کے لئے مسلمان آئے ہیں۔ جو

اوس وخزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان بارہ آدمیوں نے حضور کے ہاتھ پر عہد کرتے ہوئے بیعت کی۔

۱۔ ہم صرف خدا واحد کی عبادت کریں گے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ سمجھیں گے۔

۲۔ ہم چوری اور زنا نہیں کرینگے۔

۳۔ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کرینگے۔

۴۔ کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائینگے۔ اور نہ کسی کی غیبت کرینگے۔

۵۔ خدا اور اس کے رسول صلعم کی اطاعت کریں گے۔

یہ بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور ہے۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس جانے لگے۔ تو حضور نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو روانہ کیا۔ جو بہت اچھے قاری اور مبلغ تھے۔

مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے تبلیغ اسلام شروع کردی۔ اور مصعب بن عمیر کی کوششوں سے قبیلے کے قبیلے مسلمان ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر سید بن حضیر اور سعد بن معاذ جو سرداران مدینہ سے تھے۔ برہم ہو گئے۔ تلوار ہاتھ میں لے کر مصعب کے پاس پہنچے۔ اور انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔

مصعب نے نرمی سے ان کا غصہ فرد کرتے ہوئے قرآن مجید کی چند آیتیں خوش الحانی سے سنائیں۔ وہ مرعوب ہو گئے۔ اور کہا۔ کہ ایسا کلام تو آج تک ہم نے نہیں سنا۔ واقعی اسلام سچا مذہب ہے۔ اور

دونوں مسلمان ہو گئے۔

کفار مکہ بھی اس حالت سے غافل نہ تھے۔ انہیں بھی مدینہ میں مسلمانوں کی روز افزوں ترقی کے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے۔ جب ۱۳ سنہ نبوی میں ذوالحجہ کا مہینہ آیا۔ تو مصعب بن عمیر مدینہ سے بہتر مسلمانوں کو ساتھ لے کر عازم مکہ ہوئے۔

حضور کو ان کی آمد کی اطلاع ہو گئی تھی۔ سابقہ کی طرح عقبے کی گھاٹیوں میں یہ قافلہ حضور صلعم سے ملاقاتی ہوا۔ حضور کے ساتھ اس وقت آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضور کو دیکھتے ہی سب نے آپ کو سلام کیا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور ہر ایک سے مصافحہ کیا۔ آپ ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ اور قافلہ والے آپ کے آس پاس مودب بیٹھ گئے۔ اہل مدینہ نے آپ کو مدینہ چلنے کی درخواست کی۔

حضرت عباس نے فرمایا۔ یہاں محمد صلعم اپنے خاندان میں ہیں۔ اور خاندان والے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر آپ لوگ حضور کو ساتھ لے گئے۔ تو ان کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرنی پڑے گی۔ اگر تم ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو۔ تو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

سعد بن ارادہ نے کہا۔ ہم اپنی ذمہ داری کو خوب جانتے ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ خود مر جائیں گے۔ مگر حضور پر کوئی آنچ نہ آنے دیں گے۔

حضور نے فرمایا مجھے جب بھی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملا۔

میں مدینہ میں آؤں گا۔ مگر تم اپنی مشکلات کا اندازہ کر لو۔ دنیا بھر دشمن ہو جائے گی۔ اور میرے ساتھ جو مسلمان ہجرت کریں گے۔ ان سب کا بوجھ بھی اہل مدینہ پر ہوگا۔

عبداللہ بن رواحہ نے دریافت کیا۔ اے رسول خدا اس کے صلہ میں ہم کو کیا ملے گا۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰے کی خوشنودی اور جنت

سب نے کہا۔ ہمیں منظور ہے۔ سب نے بیعت کی۔ انہیں شرطوں پر جو بیعت اولٰی میں تھیں۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبۂ ثانیہ تھیں۔ اور یہ ۱۳ سنہ نبوی میں ہوئی۔

اس بیعت کی خبر پوشیدہ نہ رہ سکی۔ مشرکین کا غضب بھڑک اٹھا۔ اور مسلمانوں پر ظلم ستم کرنا شروع کر دیا۔ آنحضور صلعم نے ان حالات سے مجبور ہو کر مظلوم مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔

ہجرت

اجازت ملتے ہی مسلمانوں کو جب بھی موقعہ ملا۔ وہ مدینہ کی طرف جانے لگے۔ قریش کو فکر تھا۔ کہ کہیں مدینے جا کر مسلمان اپنی طاقت پکڑ کر مکہ پر حملہ نہ کر دیں۔

انہوں نے رکاوٹیں ڈالنی شروع کیں۔ مگر پھر بھی مسلمان ہر طرح کی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے چھپ چھپ کر جانے لگے۔

قریش مکہ کے ہاتھ جو مسلمان آجاتا۔ اس کا مال وزر اس سے چھین لیتے حضرت ہشام جب ہجرت کے ارادہ سے چلے۔ تو انہیں پکڑ کر قید کر دیا۔ ابو سلمہ سے ان کی بیوی اور گود کے بچہ کو چھین لیا۔ ابو سلمہ اکیلے مدینہ چلے گئے۔

مسلمان ہر قسم کا نقصان برداشت کر کے بھی ہجرت کرتے جا رہے تھے جو مسلمان بھی ہجرت کرتا تھا۔ اگر اس نے کسی کافر کا قرضہ دینا ہوتا تھا۔ تو ادا کرنے کے بعد ہجرت کرتا تھا۔

حضرت حمزہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بلال حضرت ابو عبیدہ اور بہت سے مسلمان ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ جو باقی تھے۔ وہ بھی جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ آنحضور صلعم جس کو اجازت دیتے۔ آپ اسے فرماتے۔ کہ مدینہ والوں سے کہہ دینا۔ کہ محمد بھی عنقریب آ رہے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب بیس آدمیوں کے ہمراہ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے للکار کر کہا۔ ظالمو جا رہا ہوں۔ اگر کسی میں ہمت ہے۔ تو مجھے روکے۔ کسی کو بھی روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت ابو بکر صدیق نے بھی جانے کا ارادہ کیا۔ مگر حضور نے انہیں روک دیا۔ اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے اہل وعیال باقی رہ گئے تھے۔ یا وہ مسلمان تھے۔ جو اپنی ناداری کی وجہ سے ابھی تک نہ گئے تھے۔ حضرت عباس

بھی آنحضور صلعم کے چچا تھے مسلمان ہو کر ہجرت کر گئے تھے۔

یہ حالت دیکھ کر قریش کہ متفکر ہوئے۔ انھوں نے دار الندوہ میں ۱۴ سنہ نبوی میں ایک عظیم الشان جلسہ رات کے وقت منعقد کیا۔ قریش کے ہر قبیلہ کے سردار اور رئیس شامل اجلاس ہوئے۔

کسی غیر آدمی کو اندر شامل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جلسہ شروع ہوتے ہی ایک بڈھے مکار نے کہا ہم نے جسقدر مسلمانوں کو مٹانے اور دبانے کی کوشش کی۔ اتنے ہی ہم ناکام ہوئے۔ اس خطرہ کو دبانے کے لئے ہمیں آخری بار فیصلہ کرنا چاہئے۔ کہ کیا کرنا چاہئے۔

ارادہ قتل

ابوجہل نے کہا۔ اگر محمد کی قوت کو نہ توڑا گیا۔ تو ہمارے مذہب کو عربستان سے ذلیل ہو کر نکلنا پڑے گا۔ ابولہب نے کھڑے ہو کر کہا۔ کوئی ایسی تجویز کیجئے۔ کہ محمد ہمارے مذہب میں واپس آجائے۔ یا وہ اپنے مذہب کی تبلیغ بند کر دے۔

ابوسفیان نے کہا۔ ایسی فضول باتوں کو چھوڑ دو۔ ہم نے محمد کو ہر قسم کا لالچ دیا۔ مگر وہ باز نہیں آیا۔

ولید نے کہا۔ محمد کو گرفتار کر کے کسی جگہ بند کر دیا جائے۔ یا انہیں ان کے مکان میں نظر بند کر دیا جائے۔ ایک مکار بڈھے نے کہا۔ یہ تمام خطرہ محمد

کی طرف سے ہے۔ جب تک اسے قتل نہ کیا جائے گا۔ یہ خطرہ دور نہ ہوگا۔

ایک نے کہا۔ ان کے خاندان کے لوگ بگڑ اٹھیں گے۔ اور عام قتل و خون شروع کردیں گے۔

ابوجہل نے کہا اس کی تدبیر یہ ہے۔ تمام قبیلوں کا ایک ایک آدمی لو۔ اور یہ سب آدمی ایک دم محمد پر حملہ کرکے اسے قتل کردیں۔ جب تمام قبائل کے لوگ شریک ہوں گے۔ تو ہاشمیوں کو بدلہ لینے کی جرأت نہ ہوگی۔

آخر یہی طے پایا۔ کہ یہ منتخب شدہ لوگ چھپ رہیں۔ اور جب بھی موقعہ پائیں۔ محمد کو قتل کرڈالیں۔ ابھی یہ جلسہ ختم نہ ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالے نے حضور کو وحی کے ذریعہ سے خبردار کردیا اور ساتھ ہی مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم نازل ہوا۔

دوسرے دن دوپہر کے وقت حضور اکرم حضرت صدیق اکبر کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اس چلچلاتی دھوپ میں آنے پر سمجھ گئے۔ کہ کوئی ضروری بات ہے۔ اس وقت ۱۳ سنہ نبوی تھا۔

حضور نے فرمایا سب کو ہٹادو۔ مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے۔

صدیق اکبر نے کہا۔ یارسول اللہ کوئی غیر شخص نہیں۔ صرف حضرت عائشہ ہیں۔ اس وقت حضرت عائشہ سے آنحضور صلعم کا عقد ہوچکا تھا۔ حضور صدیق اکبر کے ساتھ مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ اور ایک چٹائی پر بیٹھ گئے

حضور نے بیٹھتے ہی فرمایا آج مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔

ابو بکر صدیق نے عرض کی۔ مجھے بھی ساتھ چلنے کی عزت نصیب ہوگی۔

حضور نے فرمایا۔ ہاں

یہ سنتے ہی ابو بکر صدیق نے کہا۔ حضور میں نے اس دن کے لئے دو اونٹنیاں خرید کر ببول کے جنگلوں میں چھوڑ رکھی ہیں۔ وہ خوب موٹی تازی ہو گئی ہیں۔ ایک آپ ان میں سے قبول فرمائیں۔

حضور صلعم نے فرمایا۔ میں قیمتاً اونٹنی لوں گا۔ باوجود صدیق اکبر کے انکار پر حضور نے قیمت اسی وقت ادا کردی۔ اس وقت ضروریات سفر کی تیاری شروع کردی۔

حضرت اسماءؓ نے سامان سفر درست کیا۔ اور دو تین دن کے لئے ستو اور خرمے تھیلیوں میں رکھ دیتے۔ راستہ میں رہبری کے لئے عبداللہ بن اریقط کو آمادہ کر لیا گیا۔

حضور یہاں سے واپس آکر حضرت علی مرتضےٰ سے ملے حضور کو دیکھتے ہی شیر خدا نے عرض کی۔ آج کیا بات ہے۔ کہ مشرک اور کافر تلواریں لئے مکان کے گرد گھوم رہے ہیں۔

حضور نے فرمایا تم فکر نہ کرو۔ خداوند عالم نے مجھے ان کے ارادوں سے آگاہ کر دیا ہے مجھے ہجرت کا حکم ہوگیا ہے۔ اور آج رات کو میں روانہ ہو جاؤں گا۔

حضرت علی نے عرض کیا۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔

حضور اکرم نے فرمایا۔ آج رات تم میرے بستر پر سونا۔ اور کفار مکہ کی

جو امانتیں میرے پاس ہیں۔ وہ صبح ان کو واپس کر کے یثرب چلے آنا۔
آنحضور نے تمام امانتیں حضرت علی کے سپرد کر دیں۔
حضرت علی۔ کیا آپ تنہا تشریف لے جائیں گے۔
حضور نبی کریم نے فرمایا۔ نہیں میرے ساتھ صدیق اکبر ہوں گے۔
رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا۔ حضرت علی حضور کے بستر پر لیٹ گئے۔
کفار دروازہ کے سامنے تاک جھانک میں لگے ہوئے تھے۔ آنحضور صلعم نے مٹھی بھر خاک پر صورت یٰسین کی پہلی آیتیں پڑھیں۔ اور کفار کی جانب پھینکتے ہوئے نکلے۔ اور صدیق اکبر کے مکان پر پہنچ گئے۔ کسی ایک کافر کی نظر بھی آپ پر نہ پڑی۔
صدیق اکبر نے آہٹ پاتے ہی دروازہ کھول دیا۔ حضور کو دیکھ کر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔
دونوں مکہ سے نکلے۔ اور تین میل پا پیادہ چل کر غار ثور میں جا پہنچے۔
چلتی دفعہ ابو بکر صدیق اپنے بیٹے عبداللہ اور بیٹی اسما کو ہدایت کر گئے۔ کہ وہ کوہ ثور پر رات کے وقت کھانا لے کر آجایا کریں۔ اور دن بھر کی خبریں بھی سنا جایا کریں۔
اور اپنے غلام عامر کو تاکید کر گئے۔ کہ وہ دن بھر بکریاں کوہِ ثور کے نزدیک چرایا کریں۔ تاکہ پاؤں کے نشان مٹ جایا کریں۔
کفار مکہ رات بھر مکان کا محاصرہ کئے رہے۔ صبح جب حضور کی جگہ حضرت علی کو مکان سے نکلتے دیکھا۔ تو حیران ہو کر پوچھنے لگے۔ بتاؤ۔ محمد

کہاں ہیں۔

شیر خدا نے جواب دیا۔ مجھے کیا معلوم

ابو لہب نے زور سے طمانچہ مارا۔ دیگر کافروں نے بھی غصہ سے مارا۔

ابو جہل نے کہا۔ یہ برا ہوا۔ کہ محمد بچ کر نکل گئے۔

ابو سفیان نے کہا۔ چلو صدیق کے مکان پر چلیں۔ سب وہاں سے چل کر صدیق اکبر کے مکان پر پہنچے ۔ دروازہ پر دستک دی۔ حضرت اسمائ باہر نکلیں۔ قریش نے پوچھا۔ تمہارا باپ کہاں ہے۔

حضرت اسمائ نے جواب دیا۔ مجھے کوئی خبر نہیں۔

ابو جہل نے اس زور سے طمانچہ مارا۔ کہ حضرت اسمار کے کان کی بالی گر گئی۔ اور غصے کی حالت میں کفار واپس ہو گئے۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جو کوئی محمد یا ابوبکر کو گرفتار کر کے لائیگا۔ تو ہر ایک کے بدلے میں سو اونٹ پائیگا۔ یہ اعلان سنتے ہی کفار مکہ نے آپ کی جستجو شروع کر دی۔

آفتاب و ماہتاب غارِ ثور میں

حضرت نبی کریم اور ابوبکر صدیق غارِ ثور کے قریب پہنچے۔ تو پہلے ابوبکر صدیق نے داخل ہو کر غار کو اچھی طرح صاف کیا۔ یہ غار نہایت تاریک اور مہیب تھا۔ اپنی چادر پھاڑ کر سوراخوں میں بھر دی۔

پھر حضور اکرم کو غار میں ساتھ لے گئے۔ حضور تھک کر چور ہو گئے تھے۔ حضرتِ ابوبکر کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔

اتفاقاً ایک سوراخ صدیق اکبر کی نظر پڑا۔ اس پر ابو بکر صدیق نے اپنے پیر کی ایڑی رکھ دی۔ اس کے اندر کوئی موذی جانور تھا۔ جس نے آپ کی ایڑی پر کاٹ لیا۔ تکلیف کی وجہ سے ابو بکر بے چین ہو گئے۔

حضور نے پوچھا۔ کیا ہوا۔

صدیق اکبر نے جواب دیا۔ شاید سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ حضور نے اس جگہ اپنا آب دہن مل دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق کو بالکل آرام ہو گیا۔ تمام دن حضور غار ثور میں آرام فرماتے رہے۔ شام کے وقت ابو بکر صدیق غار سے باہر آئے۔ اس وقت ان کا غلام بکریوں کا ریوڑ لئے قریب پھر رہا تھا۔

صدیق اکبر بکری کا دودھ لے کر غار میں گئے۔ آدھا دودھ حضور نے نوش فرمایا۔ اور بقیہ آدھا ابو بکر صدیق نے پیا۔

جب اندھیرا زیادہ ہو گیا۔ تو صدیق اکبر کے بیٹے اور آپ کی بیٹی کھانا لے کر آئے۔ کھانا آنحضور کے سامنے رکھا گیا۔ ابو بکر صدیق نے قریش مکہ کی بابت اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے دریافت کیا۔

حضرت عبداللہ نے تمام حالات بیان کئے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اب حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبداللہ اور بیٹی اسماء کو واپس جانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں مکہ کی طرف چلے۔ ان کے پیچھے حضرت عامر بکریوں کو

لے کر چلے۔ تاکہ ان کے پاؤں کے نشان مٹ جائیں۔

دوسرے روز پھر کفار مکہ سراغرسانوں کو ساتھ لے کر تلاش میں نکلے۔ جب غار کے قریب پہنچے۔ تو سراغرسانوں نے کہا۔ اس سے آگے نشان نہیں ملتا۔

قریش مکہ نے چاروں طرف تلاش کیا۔ مگر غار کے دہانہ پر کبوتروں کے انڈے دیکھ کر اور غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر اندر نہ گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اگر کوئی غار کے اندر جاتا۔ تو جالا ضرور ٹوٹ جاتا۔

حضور پر نور اور صدیق اکبر غار کے اندر سے تمام گفتگو سن رہے تھے صدیق اکبر کچھ فکر مند ہوئے۔ حضور نے فرمایا۔ کچھ خوف نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

تین روز تک حضور اس غار میں رہے۔ حضرت عبداللہ آکر دن بھر کی خبریں سنا جاتے۔ حضرت اسماء کھانا دے جاتیں۔ اور حضرت عامر دودھ دے جاتے۔

چوتھے روز حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے بیٹے عبداللہ بن اریقط جس کو میں نے رہبری کے لئے مقرر کیا ہؤا ہے۔ دو اونٹنیاں رات کے وقت دے کر یہاں روانہ کر دینا۔

ماہ ربیع الاول کی چاندنی رات میں عبداللہ بن اریقط اونٹنیاں لے کر آگیا۔ حضرت اسماء سفر کے لئے کھانا لے کر آ گئیں۔ اور معلوم ہؤا۔ کہ کفار مکہ مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ کھانے سے فراغت کر کے آنحضور باہر

تشریف لائے۔

کجاوہ کے ساتھ ستو کا تھیلا باندھنے کے لئے کوئی تسمہ یا رسی نہ تھی۔ حضرت اسمائؓ نے اپنی کمر کی ڈوری سے آدھی رسی کاٹ کر تھیلے کو کجاوہ سے باندھ دیا۔ حضور صلعم اس تدبیر سے بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت اسمار کو ذات النطاقین کہا۔ آپ اسی لقب سے مشہور ہوئیں۔

آنحضور صلعم جس اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس کا نام القصور تھا۔ صدیق اکبر اور عامر دوسری اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور تیسرے اونٹ پر عبداللہ بن ارلقیط جو رہبر تھے۔ سوار ہوئے۔

جب یہ قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت اسمار کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ آنحضور صلعم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ اسمار گھبراؤ نہیں۔ خدا تمہاری حفاظت کریگا۔ حضرت اسمائؓ نے فی امان اللہ کہا۔

یہ قافلہ نہایت خاموشی سے کوہ ثور سے اُتر کر پہاڑ کا نشیبی میدان طے کرنے لگا۔ راستے میں اگر کوئی صدیق اکبر سے حضور کی بابت دریافت کرتا۔ تو آپ جواب دیتے۔ یہ میرے ہادی ہیں۔

اگلے روز جب آپ مقام قدید کے قریب پہنچے۔ تو سراقہ بن مالک نے جو انعام کے لالچ میں حضور کی تلاش میں تھا۔ اس قافلہ کو جاتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔

اتفاقاً اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ گر پڑا۔ دوبارہ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کیا۔ گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی۔ اور سراقہ

پھر گر پڑا۔ اور اس کے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک ریت میں دھنس گئے۔ مگر لالچ نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑے کو چابک لگا کر بڑھایا۔

جب وہ حضور کے قریب پہنچا۔ تو زمین شق ہو گئی۔ اور گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اور سراقہ پھر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اور اس پر ہیبت چھا گئی۔ اور وہ کانپ اٹھا۔

اس نے حضور اکرم کو آواز دی۔ کہ میری ایک بات سن لیجئے۔ حضور رک گئے۔ سراقہ نے نزدیک آ کر کہا۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ لالچ نے مجھے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے آمادہ کیا تھا۔

مگر میرے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی حفاظت آپ کا خدا کر رہا ہے۔ کوئی آپ کو اسیر نہیں کر سکتا۔ آپ ایک دن ضرور مکہ کے حکمران ہوں گے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میرے اور میرے خاندان کے لئے امان نامہ لکھ دیں۔

حضور اکرم کا حکم پا کر حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ نے اونٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے امان نامہ لکھ دیا۔ وہ یہ امان نامہ لے کر مکہ کی طرف واپس لوٹا۔ جو کفار راستہ میں تعاقب کرتے ہوئے ملے۔ سراقہ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔ کہ میں دور تک تلاش کر آیا ہوں۔ محمد اس طرف نہیں گئے۔

فتح مکہ کے بعد سراقہ مسلمان ہو گیا۔ اور جب ایران فتح ہوا۔ تو حضرت عمر نے شاہ کسریٰ کا شاہی لباس اور زیورات سراقہ کو پہنا کر شاہان کسریٰ

کی شان دیکھی۔ اور حضور کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

حضور اکرم بمعہ ساتھیوں کے چلے جا رہے تھے۔ کہ رہبر نے اصل راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کی طرف رخ کیا۔ تاکہ قریش مکہ کے تعاقب کا خطرہ نہ رہے مقام عسفان کے قریب سے آمج کے نشیبی میدان سے ہو کر قدید میں پہنچے۔ وہاں سے رابغ پہنچے۔

حضور نے بمعہ ساتھیوں کے یہاں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر سفر شروع ہوا۔ ضرار کے میدان کو عبور کر کے ثنیۃ المرۃ سے ہوتے ہوئے لقف، مدلجہ، مرقج کو طے کر کے مدلجہ میں پہنچ گئے۔

وہاں سے ذو العضوین سے ہوتے ہوئے ذی سلم کے صحرا کو عبور کیا۔ پھر ناختہ، عرج جدوات العبابید کے ہوتے ہوئے عرج کے مقام پر پہنچے۔ یہاں ایک اونٹ بیمار ہو گیا۔ اور اس کے بدلے ایک اور اونٹ خریدا۔ پھر یہ قافلہ اکوبتہ۔ تعبس حشجاشہ اور وادی ایم کو طے کر کے قبا کے قریب پہنچا۔

آپ کی انتظار میں مدینے کے لوگ روزانہ قبا سے باہر آ کر آپ کا انتظار کرتے تھے۔ آخر ایک روز گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔ ایک یہودی نے اپنے مکان کے اوپر سے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تمہاری خوشی کا سامان آرہا ہے۔ محمد تشریف لا رہے ہیں۔

یہ آواز تمام قبا میں گونج گئی۔ تمام مسلمان گھروں کو چھوڑ کر قبا سے باہر دوڑے۔ لڑکے اور لڑکیاں بھی بیحد مسرور ہو کر بھاگی جا رہی تھیں یا بوکبہ

صدیق نے حضور اکرم کی پہچان کے لئے اپنی چادر حضور پر تان دی مسلمان جھپٹ کر حضور کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی سے دف بجا بجا کر مسرت سے گانے لگیں جس کا ترجمہ یہ تھا۔

ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا۔ ثنیات الوداع کی گھاٹیوں سے۔

ہم کو اس وقت تک شکر کرنا واجب ہے۔ جب تک کوئی اللہ سے دعا کرنے والا ہے۔

اے ہم میں مبعوث ہونے والے نبی آپ کے ہر حکم کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے۔

مسلمان نہایت زور و شور سے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے۔ اگرچہ یہاں سے مدینہ دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ مگر نعروں کی گونج وہاں پہنچ رہی تھی۔ حضور کی تشریف آوری کا غلغلہ بلند ہوا۔

یثرب کے مسلمان، عورتیں، بچے لڑکیاں بے تحاشہ دوڑ کر آپ کی سواری کے جلوس میں شامل ہو گئے۔

سعد بن معاذ نے جو اپنے قبیلے کے سردار اعظم تھے۔ حضور کی اونٹنی کی مہار پکڑی۔ جلوس بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ جب کلثوم کے مکان کے قریب جلوس پہنچا۔ تو انھوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ یہاں قیام فرمائیں۔ اور مجھے خدمت کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔

حضور نے اونٹنی کو وہاں بٹھایا۔

تمام قافلہ والے یہاں اُتر پڑے۔ حضور کلثوم کے مکان میں تشریف لے گئے۔ تمام لوگ اندر داخل ہو کر ادب سے بیٹھ گئے۔ ان کے وقت سعد بن خثیمہ کے مکان میں لوگوں کو درس و ہدایات فرماتے تھے۔

یہاں آپ نے چودہ روز قیام فرمایا۔ اور سب سے پہلے ایک مسجد کی بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ یہ سب سے پہلی مسجد تھی۔ مسجد کی تعمیر میں حضور خود مزدوروں کے ساتھ کام کرتے تھے۔ چودہ روز آپ نے یہاں قیام کیا۔

حضرت علی کرم اللہ بھی پہنچ گئے۔ ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو نماز پڑھ کر حضور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ جمعہ کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلی جمعہ کی نماز یہاں ادا کی۔ اور سب سے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس جگہ آپ نے نماز ادا کی۔ وہاں بھی ایک مسجد تعمیر ہو گئی۔

نماز سے فارغ ہو کر جب ناقہ پر سوار ہوئے۔ تو ہر ایک قبیلے کے سردار کی یہ خواہش ہوئی۔ کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ بعضوں نے بڑھ کر اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔ بحث و محبت بڑھنے لگی۔

آپ نے فرمایا۔ اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔ جس جگہ یہ خود بیٹھ جائے گی۔ اسی محلہ میں قیام ہوگا۔ ناقہ متعدد محلوں سے گذرتا ہوا محلہ ملک بن النجار میں ایک غیر افتادہ اور ویران جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس جگہ کے قریب حضرت ابو ایوب

انصاری کا مکان تھا۔ ابو ایوب انصاری کو اپنے مکان کے قریب اونٹنی کے بیٹھنے کی بے حد خوشی ہوئی۔ فرطِ مسرت سے آپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چھلک آئے۔

حضور اکرم کا سامان اٹھایا۔ اور اپنے مکان میں لے گئے۔ حضور بھی مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ ہجرت کا پہلا سال تھا۔ اور یہاں سے سن ہجری شروع ہوا۔ دیگر مہاجر مسلمانوں کو مدینے کے انصار اپنے اپنے ہاں لے گئے

حضور ہر روز اس ویران میدان میں جس جگہ آپ کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ اور نمازیں بھی یہاں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ ایک روز وہاں مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔

معاذ بن عفر نے عرض کی۔ یہ زمین میرے رشتہ میں سے دو یتیم بچوں کی ملکیت ہے۔ حضور نے فرمایا۔ میں یہ زمین قیمتاً خریدنا چاہتا ہوں۔ تاکہ کسی یتیم کا نقصان نہ ہو۔

چند آدمیوں نے قیمت تجویز کی۔ جو دونوں بچوں نے منظور کر لی۔ صدیق اکبر نے قیمت ادا کر دی۔ مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ آنحضور خود پتھر دینے اور گارا دینے لگے۔

مسجد کی دیواریں پتھر کی بنائی گئیں۔ اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں کی ڈالی گئی۔ مسجد کے ساتھ آنحضور کے لئے مکان بھی بنایا گیا۔ مسجد اور مکان کی تیاری کے بعد آنحضور نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور ان مسلمانوں کو جو مکہ میں رہ گئے تھے۔ اپنے پاس بلا لیا۔

جب مسجد تیار ہو گئی۔ تو حضور نبی کریم نے مسلمانوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کا مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ نماز کے وقت آگ روشن کی جائے۔ بعض نے کہا۔ ناقوس بجایا جائے۔ بعض نے کہا۔ اعلان کرایا جائے۔ حضور کو ان میں سے کوئی چیز پسند نہ آئی۔

آخر خدا تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضور اکرم اور چند صحابہ کو خواب میں یہ کلمات سکھا دے۔ جو اب اذان میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور حضرت بلال مسجد نبوی کے موذن مقرر ہوئے۔

آغاز نبوت سے ۲ھ تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ اور مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ آخر شعبان ۲ھ میں حکم خداوندی کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ اس سے انحراف کفر قرار پایا۔

اس مسجد کو مسجد نبوی کہتے ہیں۔ اس مسجد کو گاہ بگاہ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد وسیع کیا گیا۔ آنحضور کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا گیا۔ اب یہ مسجد نہایت عالی شان مسجد ہے۔

غیر مسلموں سے معاہدہ

چونکہ مدینہ میں مسلمانوں کے علاوہ مشرک اور یہودی بہت زیادہ تھے۔ اور ان کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ کہیں کفار مکہ کے اکسانے پر مسلمانوں پر

حملہ نہ کردیں۔ یا کفار مکہ اگر مدینہ پر یورش کردیں۔ تو یہود اور مشرک ہمارا ساتھ نہ دیں۔ اور وہ تفرقہ اندازی کی کوشش کریں۔

ان حالات کی وجہ سے حضور نے ایک معاہدہ کرنا چاہا۔ تاکہ خطرات کے وقت ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔ یہود اور مشرکین نے ظاہر طور پر آپ کی اس تجویز کو قبول کر لیا۔ مگر درپردہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے لگے۔

جو شرطیں اس میں مسلمانوں اور یہود اور مشرکین مکہ سے طے ہوئیں۔ وہ مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مدینے کے باشندے خواہ وہ کسی فرقے سے ہوں متحد و متفق رہیں گے

۲۔ یہودی قریش مکہ کی کوئی امداد مسلمانوں کے خلاف نہ کریں گے۔ اور نہ کوئی سازش کریں گے۔ اگر کوئی مدینہ پر حملہ آور ہو۔ تو تینوں قومیں مل کر دشمن کا مقابلہ کریں گی۔

مصارف جنگ میں تینوں قومیں برابر کی شریک ہوں گی۔

مدینے کے لوگ اپنے جھگڑے خود طے کریں گے۔ اگر کوئی جھگڑا طے نہ ہو سکا۔ تو جو فیصلہ حضرت محمد دیں گے۔ وہی آخری فیصلہ ہوگا۔

فوائد جنگ میں بھی تینوں قومیں برابر کی شریک ہوں گی۔

مظلوم کی امداد سب پر فرض ہوگی۔

اسی طرح کی اور بھی شرائط کا فیصلہ آپس میں ہوا۔ سب نے اس معاہدہ پر دستخط کئے۔

اس معاہدہ کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کی طرح کے لوگ درپردہ خلاف رہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی تمام امیدوں کا خون ہو گیا۔ اور اس کو اپنی بادشاہی کا خواب خاک میں ملتا دکھائی دیا۔ اس معاہدہ کے بعد آنحضور صلعم نے مدینہ کے اردگرد جو قبائل آباد تھے۔ انہیں بھی شریک معاہدہ کر لیا۔

آنحضور صلعم کا ارادہ تھا۔ کہ مدینہ سے لے کر مکہ تک جس قدر قبائل ہوں۔ سب کو اس معاہدہ میں شریک کر لیا جاتے۔ آپ اسی کوشش میں تھے کہ منافقین نے مسلمانوں کے خلاف مدینہ میں خفیہ سازشیں شروع کر دیں۔

شاہانِ عالم کے نام حضور کی طرف سے دعوت اسلام

حضورِ انور نے اب اپنے سفراء کے ہاتھ سلاطین عالم کو دعوت اسلام دے کر روانہ کیا۔ جن سلاطین کو حضور نے دعوت اسلام دی۔ ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہرقل شاہ روم کے نام یہ فرمان کر حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی لے کر روانہ ہوئے۔

۲۔ نجاشی شاہ حبش کے نام پر وانہ عمرو بن امیہ لے کر نجاشی کے پاس پہنچے۔ نجاشی نے حضور کا پیغام سر آنکھوں پر رکھا۔ حضرت عمرو بن امیہ کی بہت خدمت کی۔ اور روانہ کرتے وقت اپنی طرف سے ایک جواب لکھا۔ جس میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا۔

۳۔ کسریٰ پرویز شاہ فارس کے نام یہ فرمان عبداللہ بن حذیفہ لے کر پہنچے۔ کسریٰ حضور کا فرمان دیکھتے ہی آپے سے باہر ہو گیا۔ حضور کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے غصہ کی حالت میں پھاڑ ڈالا۔ اور اپنے ایک جرنیل کو حکم بھیجا۔

کہ حضور اکرم کو گرفتار کر کے یا آپ کا سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیج دو۔ اس بدبخت کا انجام حضور اکرم کا نامہ پھاڑ ڈالنے کے بعد یہ ہوا۔ کہ ایک مہینہ کے اندر اس کے بیٹے نے باغی ہو کر اس کا سر کاٹ لیا۔ اس کا بیٹا بھی چند ماہ بعد مر گیا۔

۴۔ مقوقس شاہ مصر کے نام یہ فرمان حاطب کے ہاتھ روانہ کیا مقوقس نے نامہ اور نامہ بر کی بہت عزت کی۔ اور حضرت حاطب کو روانہ کرتے وقت ایک خلعت اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر اور ماریہ قبطیہ باندی یا لونڈی ہدیۃً حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور اپنے ایمان لانے کا بھی اقرار کیا۔

۵۔ منذر شاہ بحرین کے پاس علا ابن الحضرمی فرمان لے کر پہنچے۔ منذر فرمان دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ اس کی رعایا میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ بقیہ کے متعلق منذر نے حضور سے دریافت کرنے کے لئے لکھا۔ کہ جو

لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ ان سے کیا کرنا چاہئیے۔

حضورؐ نے جواب میں لکھا۔ کہ جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ ان پر کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔ بلکہ جزیہ لے کر ان کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے۔

۴۔ عمان میں دو حقیقی بھائی حکمران تھے۔ ایک کا نام عبد تھا۔ اور دوسرے کا نام جیفر تھا۔ ان کی طرف فرمان لے کر عمرو بن العاص گئے۔ دونوں بھائیوں نے اسلام کے بارے میں عمرو بن عاص سے کچھ سوالات دریافت کئے۔ عمرو بن العاص نے نہایت معقول جواب دے کر ان کی تسلی کر دی۔ دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بھی بہت سے سلاطین کی طرف فرمان نبوی روانہ کئے گئے۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہر طرف کامیابی ہوئی۔

اذن جہاد

حضورؐ جب سے مدینہ میں آئے تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کی ہر طرف شہرت ہو گئی تھی۔ کفار مکہ ان خبروں سے بہت برافروختہ ہوئے۔ انہیں خدشہ ہوا۔ کہ مسلمان طاقت پکڑ کر ہم پر حملہ نہ کریں۔ انہوں نے مسلمانوں کو مدینے سے نکالنے کی ہر طرح کی کوششیں کیں۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ اب جن کو جہاں کہیں انہیں مسلمان مل جاتا۔ اس پر ناروا ظلم و ستم کرتے۔

ایک روز حضورؐ پر وحی نازل ہوئی۔ جس میں کفار سے جہاد کی اجازت مل

گئی۔ مسلمان اس حکم کو ملتے ہی خوش ہو گئے۔

دوسرے دن حضور مسجد نبوی میں بیٹھے تھے۔ کہ آپ کے پاس صدیق اکبر حضرت علی، حضرت سعد اور حضرت حمزہ وغیرہ دیگر بہت سے فدایان اسلام بیٹھے تھے۔ کہ ایک مسلمان پریشان حال آپ کے پاس آیا۔ سب سے پہلے سلام عرض کی۔ اور پھر کہنے لگا۔ اے خدا کے پیارے رسول آج مکہ کے ایک سردار کرز بن جابر نے ہماری چراگاہ پر چھاپہ مار کر ہمارے اونٹ ساتھ لے گیا ہے۔

حضور کا چہرہ یہ بات سن کر سرخ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کفار مکہ ہمیں مکہ سے تین سو میل دور بھی آرام نہیں کرنے دیتے۔ ایسی حرکتیں کر کے وہ ہمیں اعلانِ جنگ دیتے ہیں۔

حضور کو معلوم تھا۔ کہ مکہ والوں کا ایک قافلہ شام سے آرہا ہے۔ قافلہ کے سالار ابو سفیان تھے۔ حضور نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ اس قافلہ کو راستے میں روکیں۔ تاکہ کفار مکہ پر مسلمانوں کا رعب قائم ہو۔ اور انہیں یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ اگر اب مسلمانوں سے بگاڑ پیدا کیا۔ تو ہماری تجارت ملک شام سے بند ہو جائے گی۔

حضور نے خود ساٹھ مجاہدین کو منتخب کیا۔ عبیدہ بن الحرث کو سردار مقرر کر کے سبز رنگ کا پرچم عطا فرمایا۔ مدینہ کے منافقین نے ابو سفیان کو مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع کر دی۔ وہ اصل راستہ کترا کے نکل گیا۔ اور مکہ کی طرف ایک قاصد دوڑایا۔ کہ مسلمانوں کے حملہ کا خطرہ ہے۔ فوراً مدد روانہ کرو۔

جنگِ بدر

جب ابو سفیان کے قاصد نے مکہ میں جا کر حالات بیان کیے۔ تو فوراً مکہ والوں نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا۔ اس لشکر میں مکہ کے تمام مشہور سردار اور جنگ جو بہادر آزمودہ کار تھے۔ ابو جہل اس لشکر کا سالار منتخب ہوا۔

یہ لشکر نہایت شان و شوکت سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس لشکر کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان بخیر یت مکہ پہنچ گیا ہے۔ اور اس کے قافلے کا کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔

یہ حالات سن کر بعض سرداروں نے رائے دی۔ کہ اب ہمیں واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ کیونکہ مسلمانوں نے ابو سفیان کے قافلہ کو کوئی گزند نہیں پہنچائی۔ لیکن ابو جہل نے کہا۔ کہ اب ہمیں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ہی واپس جانا چاہیئے۔

اس رائے پر سب متفق ہو گئے۔ اور یہ لشکر بڑھ کر بدر کے مقام کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں لشکر کفار نے اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ اور بدر کے کوئیں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اس لشکر کے ساتھ عرب کی گانے بجانے والی اور حسین عورتیں بھی تھیں۔ چنانچہ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوئیں۔ اور شراب کا دور چلنے لگا۔

ادھر حضور اکرم کو جب کفار مکہ کی چڑھائی کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے مسلمانوں کو اکٹھا کر کے جہاد کی تلقین کی۔ سب مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کفار سے لڑنے

کا اعلان کیا۔

اس مجمع میں چند لڑکے بھی تھے۔ جو حضور کے ساتھ اس جنگ میں جانے پر اصرار کر رہے تھے۔ حضور نے ایک نیزہ پر نشان لگا کر بچوں سے کہا جس کا قد اس نشان تک ہوگا۔ اسے شاملِ جہاد کر لیا جائے گا۔

چونکہ سب بچوں کے قد چھوٹے تھے۔ اس لئے نشان تک کسی کا قد نہ ہوا۔ ایک بچہ جب کہ آنحضور اس کا قد ناپ رہے تھے۔ پنجوں کے بل کھڑا ہو کر اپنا قد پورا کرنے لگا۔ حضور اس کی یہ ہوشیاری دیکھ کر خوش ہوئے۔ اور اسے لشکرِ اسلام میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

ایک دوسرے لڑکے نے حضور سے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان اس لڑکے سے میری کشتی کرائی جائے۔ اگر میں اسے گرا لوں۔ تو مجھے داخلِ لشکر کر لیا جائے۔

حضور نے اس کا یہ جوش دیکھ کر اسے بھی شاملِ جہاد کر لیا۔ اور باقی لڑکے حضور کے فرمان کے مطابق اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ حضور نے مجاہدین کا جائزہ لیا۔ تو وہ تین سو تیرہ شمار ہوئے۔ کسی مجاہد کے پاس پورے ہتھیار نہ تھے۔

اگر کسی کے پاس تلوار تھی۔ تو نیزہ نہ تھا۔ اور نیزہ تھا۔ تو کمان نہ تھی سواری کا انتظام بھی مکمل نہ تھا۔ ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی سوار ہو گئے اس بے سروسامانی کی حالت میں اس لشکر نے کوچ کیا۔ صدیق اکبر نے اسلامی پھریرا لہرا دیا۔ اور کوچ کرتا ہوا بدر کے قریب پہنچ گیا۔

ہو۔ وہ میرے مقابلہ پر آئے۔

حضرت زبیر اس کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام سے نکلے۔ تلواریں میانوں سے نکلیں۔ اور ٹکرا کر بجلی کے شرارے پیدا کرنے لگیں۔ دونوں بہادر مست ہاتھیوں کی طرح غضب ناک ہو کر ایک دوسرے پر وار کر رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ کو ایک دو زخم بھی لگے۔ لیکن ابن سعید کو زرہ کی وجہ سے خراش تک بھی نہ آئی۔

آخر حضرت زبیر نے تاک کر اس کی آنکھ میں برچھی ماری۔ برچھی ایسی پیوست ہوئی۔ کہ اس کے گرنے پر حضرت زبیر نے اس کے سینہ پر پاؤں رکھ کر پوری قوت سے زور لگایا۔ تو وہ برچھی باہر نکلی۔ اس برچھی کو حضور صلعم نے یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھا۔ آپ کے بعد خلفاء کے پاس یہ برچھی رہی۔ پھر زبیر کے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے پاس آئی۔

حضرت زبیر نے لشکرِ کفار کو پکارا۔ یکے بعد دیگرے کئی کفار آپ کے مقابلہ پر آئے۔ آپ جس تلوار سے لڑ رہے تھے۔ اس میں آری کی طرح دندانے پڑ گئے تھے۔ آپ کے شانے پر اتنا گہرا زخم ہوا۔ کہ اچھا ہونے پر بھی اس میں اتنا سوراخ ہو گیا تھا۔ کہ آپ کا لڑکا اس میں انگلی ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔

باوجود اس قدر زخمی ہونے کے بھی آپ میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے۔ دشمن پر خوف و ہراس چھا گیا۔ یہ حالت دیکھ کر ابوجہل نے عام حملہ کا حکم دے دیا۔ تھوڑی دیر میں کفار اور مسلمانوں ادر مسلمان کفار میں گھس گئے۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ چیخ پکار سے آسمان ہل گیا۔

مسلمانوں نے اس جوش اور قوت سے حملہ کیا۔ کہ کفار کو یہ یقین ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنا آسان بات نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حمزہ جس طرف حملہ کرتے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔

دوسری طرف ابوجہل، عقیل ابوالبختری، نوفل وغیرہ سرداران کفار اور نہایت جنگ جو بہادر کمال جوش اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ ابوجہل گھوڑے پر سوار تھا۔ معاذؓ پیدل تھے۔ ان کی نظر ابوجہل پر پڑی۔ معاذ ابوجہل کی طرف لڑتے جاتے تھے۔ اور قریب ہوتے جاتے تھے۔

ابوجہل نے بھی معاذ کو دیکھا۔ تلوار کا وار کیا۔ مگر معاذ اس کی زد سے بچ گئے۔ معاذ نے جلدی سے وار کیا۔ گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے تلوار ابوجہل کی پنڈلی پر پڑی۔ اور اس کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کے پیٹ میں گھس گئی۔ معاذ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر جھپٹے۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے جب باپ کی یہ حالت دیکھی۔ تو پیچھے سے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ تلوار شانہ پر پڑی۔ اور حضرت معاذ کا بازو لٹک گیا۔ معاذ نے پلٹ کر عکرمہ کو دیکھا۔ اور کہا۔ او بزدل نامرد تو نے بے خبری کے عالم میں مجھ پر وار کیا۔ اگر بہادر ہوتا۔ تو سامنے آ کر لڑتا۔ اور جھپٹ کر عکرمہ پر حملہ کیا۔ عکرمہ ڈر کر بھاگ نکلا۔

معاذ کا بازو عکرمہ کے وار سے لٹک گیا تھا۔ اور لڑائی میں حارج ہو رہا تھا۔ انہوں نے پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے کھینچ کر الگ کر دیا۔ اور اسی

حالت میں لڑتے رہے۔ اپنے زخم کی پرواہ تک نہ کی۔ حضرت حمزہ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ اور دشمنوں پر حملہ کرتے جاتے تھے۔

"میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ خونخوار شیر کی طرح حملہ کرتا ہوں۔ میری تلوار کے سامنے جو ایک دفعہ آجاتا ہے۔ بچ کر نہیں جا سکتا۔

اس وقت تک کفار مکہ کے بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے تھے۔ جن میں عتبہ، زمعہ، ہشام وغیرہ تھے۔

امیہ جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ اور اپنے غلام حضرت بلال کو بیحد اذیتیں دیتا تھا۔ اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے جنگ کر رہا تھا۔ کہ حضرت بلال کی نظر اس پر پڑی۔ انہوں نے پکارا۔ دشمن خدا امیہ۔ مسلمان اس کی طرف بڑھے۔ اور امیہ اور اس کے بیٹے علی دونوں کو قتل کر ڈالا۔

اس وقت ایک صحابی عمیرہ بن الحمام جو انصاری تھے۔ اور کھجوریں کھا رہے تھے۔ حضور کی خدمت میں آئے۔ اور حضور سے دریافت کیا۔ اے خدا کے رسول اگر میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے مارا جاؤں۔ تو کیا جنت میں چلا جاؤں گا۔

حضور نے فرمایا۔ جو مسلمان بھی کفار کے ہاتھوں لڑائی میں مارا جائے گا۔ اسے جنت ملے گی۔

یہ سنتے ہی عمیر نے اپنے ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں۔ اور تلوار نکال کر دشمنوں پر جا پڑا۔ دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ اور کفار قریش کے دو بہادر نامور سردار حرث اور زمعہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔

اس طرف سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمیر ادھر سے ادھر دشمنوں کا صفایا کرنے لگے۔ زخموں کی وجہ سے لڑتے لڑتے چور ہو گئے۔ اور اس وقت تک لڑتے رہے۔ جب تک شہید نہیں ہو گئے۔

اس وقت بھی کفار کے لشکر کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ اور پھر کفار آہن پوش تھے مسلمانوں کے پاس پورے ہتھیار بھی نہ تھے لیکن پھر بھی مسلمان بھرے ہوئے شیروں کی طرح حملے کر رہے تھے۔

حضور صلعم نے اس وقت ایک مٹھی بھر خاک اور کنکریاں اٹھائیں۔ اور اس پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ اور کفار کے لشکر کی طرف پھینک دیں۔ خدا کی شان لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ شکست کھا کر بھاگے۔

یہ حالت دیکھ کر حضور سجدہ میں گر گئے۔ آپ نے اپنے مولا کے حضور میں شکریہ ادا کیا۔ کہ آج تو نے اپنے بیکس بندوں کی لاج رکھ لی۔ اسلام کا بول بالا کر دیا۔ جس وقت آنحضور صلعم نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اس وقت مسلمان کفار کو قیدی بنا بنا کر لا رہے تھے۔

حضور نے ان قیدیوں میں ابو جہل کو تلاش کیا۔ جب نہ ملا۔ تو عبداللہ بن مسعود کو حکم دیا۔ کہ مقتولین میں جا کر دیکھو۔ تاکہ معلوم ہو۔ ابو جہل کا کیا حشر ہوا ہے۔ عبداللہ نے جا کر تلاش کیا۔ تو ابو جہل نیم مردہ حالت میں خون میں لت پت پڑا ہوا تھا۔

عبداللہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ اور دشمن اسلام تو نے اپنا انجام دیکھا۔ ابو جہل نے کہا۔ مگر مسلمانوں کو تو شکست ہو ہی گئی ہو گی۔

عبداللہ نے کہا۔ نہیں مسلمانوں کو ان کے خدا نے فتح دی ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ابوجہل کا سر کاٹنا چاہا۔ تو اس نے کہا۔ دیکھو۔ میری گردن کو نیچے سے ملا کر کاٹنا تاکہ وہ سرداں کے کٹے ہوئے سروں سے بڑا معلوم ہو۔ اور لوگ سمجھیں گے۔ کہ سردار کا سر ہے۔

عبداللہ نے اس کا سر کاٹا۔ اور حضور کے قدموں میں لا ڈالا۔ مسلمان اس مردود ازلی کا سر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

مسلمان اس جنگ میں صرف چودہ شہید ہوئے۔ جن میں آٹھ انصار اور چھ مہاجر تھے۔ حضور اکرم نے انہیں بڑے اعزاز کے ساتھ دفن کرایا۔ اور کفار کی لاشوں کو ایک ناکارہ کوئیں میں ڈال کر دبوا دیا۔

جب کفار کی لاشیں کوئیں میں پھینکی جا رہی تھیں۔ تو حضور اکرم نے ایک ایک کفار کی لاش کو نام لے کر خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو اللہ تعالےٰ نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔

اس کام سے فارغ ہوتے تک رات کا بہت سا حصہ گذر چکا تھا۔ اس رات حضور نے وہاں ہی قیام فرمایا۔ صبح کو کوچ کیا۔ اور فاتح لشکر مدینہ میں داخل ہوا۔ پہلے تو یہودیوں اور مشرکوں کو مسلمانوں کی فتح کا یقین نہ ہوا۔ مگر جب اسیرانِ جنگ کو دیکھا۔ تو انہیں بڑا تعجب ہوا۔

یہ تھی وہ مسلمانوں کی پہلی جنگ جن میں انہیں خداوند کریم نے فتح دی۔ وہ لوگ بتائیں۔ کہ کون سی تلوار سے اسلام پھیلا ہے۔ جو اسلام پر الزام لگاتے تھے کیا قریش مکہ زیادہ طاقتور تھے یا مسلمان

مسلمان تو اتنے کمزور تھے۔ کہ ان کے پاس تو ہتھیار تک بھی نہ تھے۔ خدا کے بھروسہ پر لڑے۔ اور خدا نے انہیں کامیاب کیا۔

مکہ میں ماتم

جب مکہ میں مشرکین کے قتل اور شکست کی خبریں پہنچی۔ تو گھر گھر ماتم ہونے لگا۔ پہلے تو کفار کو یقین ہی نہ آیا۔ کہ اتنا عظیم الشان لشکر جس میں چوٹی کے بہادر شامل تھے۔ مٹھی بھر بے سروساماں مسلمانوں سے شکست کھا جائیگا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس سے سینہ کوبی کی آوازیں نہ آ رہی ہوں۔

ابولہب نے منادی کے ذریعہ اس ماتم کو بند کرایا۔ لوگوں کو سمجھایا۔ کہ ان کے رونے سے مسلمان خوش ہوں گے۔ مگر خود ابولہب پر اس شکست کا ایسا اثر ہوا۔ کہ غم کی وجہ سے ایک ہفتہ کے اندر اندر مر گیا۔

ایک روز ایک عورت اپنے اونٹ کے گم ہو جانے کی وجہ سے رو رہی تھی۔ کہ اسود کا گذر وہاں سے ہوا۔

جب اسے یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ عورت اونٹ گم ہونے پر رو رہی ہے۔ تو اس نے کہا۔ تو ایک اونٹ کے گم ہونے پر اس قدر رو رہی ہے۔ اگر تجھے

رونا ہی ہے۔ تو بدر کے مقتولین کو رو۔ ان کو رد جن کی یاد ہمیں کبھی نہیں بھول سکتی۔

ابوسفیان کی بیوی عتبہ جس کا بھائی اور باپ بدر میں قتل ہوگیا تھا۔ اس نے چند شاعروں سے ان کے فراق میں مرثیے اور نوحے لکھائے۔ دن رات انہیں پڑھتی اور روتی۔

اس نے کپڑے بدلنے اور سنگار کرنا چھوڑ دیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ابوسفیان دو سو بہادر جوانوں کو لے کر مکہ کی طرف چلا۔ مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر مقام عریض پر اس نے ایک کاشتکار سعد بن عمرو کو قتل کر دیا۔ مکانوں کو آگ لگادی۔ فصلوں کو جلا دیا۔

مگر جب مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس کے ساتھی بھاگتے وقت بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے تھیلے گراتے گئے۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اس لئے اس واقعہ کو غزوہ سویق کہتے ہیں۔ جب وہ بھاگ کر مکہ میں داخل ہوا۔ تو لوگوں نے اسے حقارت کی نظروں سے دیکھا۔ اس کی بیوی نے لعنت ملامت کی۔

ایک دن کفار مکہ خانہ کعبہ میں موجود تھے۔ ایک کفار عمیر نے آہ سرد بھرتے ہوئے کہا اب زندگی کا کوئی لطف نہیں رہا۔ اگر میرے سر قرضہ نہ ہوتا۔ اور بچوں کی پرورش کا وسیلہ ہوتا۔ تو میں جا کر ابھی محمد کو قتل کر دیتا۔

صفوان نے کہا میں سب باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ تو جا کر محمد کو قتل کر تاکہ بدر کی شکست کی وجہ سے جو آگ ہمارے سینوں میں جل رہی ہے۔

ٹھنڈی ہو جائے۔
عمیر اپنے گھر آیا۔ اور زہر میں اپنی تلوار بجھا کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب مدینہ میں پہنچا۔ اتفاق سے حضرت عمرؓ کی نظر اس پہ پڑی۔ عمرؓ اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں لائے۔
حضورؐ نے پوچھا۔ کس لئے آئے ہو۔ عمیر نے کہا۔ میرا بیٹا قید ہے۔ اس کو چھڑانے کے لئے آیا ہوں۔
حضورؐ نے کہا۔ عمیر جھوٹ نہ بولو۔ کیا تم اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر میرے قتل کے ارادہ سے نہیں آئے۔ عمیر حیران ہو گیا۔ اس نے بے اختیار کہا۔ بیشک آپ خدا کے رسول ہیں۔ جو آپ کو میرے آنے سے قبل یہ خبر ہو گئی۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔
حضورؐ نے اسے مسلمان کیا۔ جب عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی تو قریش اسے گالیاں دینے لگے۔ سب قریش مکہ کے دلوں سے کسی طرح بھی مقتولین بدر کی یاد نہ بھولی۔ اور ابو سفیان کی بیوی ہند بھی ہر روز رو رو کر اپنے خاوند کو انتقام کے لئے ابھارتی۔

جنگِ اُحد

ابو سفیان نے ایک روز شاعروں اور نقیبوں کو اطراف مکہ کی روانہ کیا تاکہ وہ قبیلوں کو جنگ کے لئے ابھاریں۔ اور خود مکہ کے لوگوں کو تیار کرنے

لگا۔ اس نے پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ خود اس جنگ کے لئے دیئے۔

اطراف ملک سے تمام حلیف قبائل پورے ساز و سامان سے آنے شروع ہوئے۔ ادھر ہندہ ابو سفیان کی بیوی نے نوجوان عورتوں اور لڑکیوں کو جنگ پر جانے کے لیئے آمادہ کر لیا۔ کفار مکہ نے تہیہ کر لیا۔ کہ یا تو وہ خود مٹ جائیں گے۔ یا اس جنگ میں مسلمانوں کی ہستی کو ختم کر دیں گے۔

کعب بن اشرف ایک یہودی جو مدینہ میں رہتا تھا۔ اس وجہ سے مدینہ چھوڑ کر مکہ آ گیا تھا۔ کہ بدر کے مقام پر مسلمانوں کو فتح کیوں ہوئی۔ وہ ایک قادر الکلام شاعر تھا۔ اس نے اس قدر دردناک مرثیے لکھے۔ جسے سن کر لوگوں میں بے پناہ جوش پیدا ہو گیا۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے قسم کھائی۔ کہ جب تک حضرت حمزہ کا کلیجہ اپنے دانتوں سے نہ چباؤں گی۔ کبھی آرام نہ کروں گی۔ جبیر بن مطعم کے چچا کو بھی حضرت حمزہ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس نے اپنے غلام وحشی کو جو حربہ چلانے میں خوب ماہر تھا۔ کہا۔ اگر تو حمزہ کو مار ڈالے۔ تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

ہندہ نے کہا۔ وحشی اگر تو نے اپنے حربے سے حمزہ کو قتل کر دیا۔ تو میں اپنا تمام زیور تجھے دے دوں گی۔ غرضیکہ اس جوش و خروش سے ایک دن یہ لشکر روانہ ہوا۔ تمام بڑے بڑے سرداران قریش کی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بھی لشکر کے ساتھ تھیں۔ نوجوان لڑکیاں ہاتھوں میں دف لے کر گا رہی تھیں۔

وہ بہادر تھے۔ جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ آج مکہ کے بہادران کا انتقام لینے کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ شیروں کا لشکر ہے۔ یہ اس وقت تک لڑیں گے۔ جب تک کہ ایک مسلمان بھی زندہ نہ رہے۔

اگر یہ مسلمانوں کو مٹا کر واپس آئے۔ تو ہم انہیں گلے لگائینگی۔ اگر میدان جنگ سے بھاگ کر آئے۔ تو انہیں منہ نہ لگائیں گی۔

جب حضور کو کفار مکہ کے اس لشکر کی اطلاع ہوئی۔ تو حضور اپنے ساتھ ایک ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مدینے سے باہر نکلے۔ جب یہ لشکر قبا کے قریب پہنچا۔ تو عبداللہ بن ابی ایک سردار جو بہت بڑا منافق تھا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس ہو گیا۔

اس کا خیال تھا۔ کہ ایسا کرنے سے مسلمان بد دل ہو جائیں گے۔ مگر مسلمان صرف اللہ کے بھروسہ پر جنگ کرتا ہے۔ انہوں نے عبداللہ کی اس حرکت کی پرواہ تک نہ کی۔ اب حضور کے ساتھ صرف سات سو مجاہدین مسلمان رہ گئے تھے اس لشکر میں بچے بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ صرف دو گھوڑے اور اتنی اونٹ تھے۔

قبا سے آگے بڑھ کر حضور نے مع لشکر اسلام کے نماز عصر ادا کی۔ نماز ادا کرنے کے بعد لشکر نے پھر کوچ کیا۔ ۴ شوال ۳ھ کو یہ اسلامی لشکر نہایت دبدبہ اور شان کے ساتھ احد کے پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔

قریش دو روز قبل ہی وہاں فروکش ہو چکے تھے۔ اگلے روز فریقین نے میدان جنگ میں صف آرائی کی۔ مسلمانوں کو اتنی تھوڑی تعداد میں دیکھ کر کفار

خوش ہونے لگے۔

ابوسفیان نے کہا۔ یہ تھوڑے سے مسلمان ہبل پر قربان ہونے کے لئے ہمارے سامنے آئے ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل نے کہا مسلمانوں کو تھوڑا سمجھ کر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ بدر کے مقام پر مسلمانوں کی بہادری کے کارنامے ابھی تک مجھے یاد ہیں۔

حضور نے پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر کی ماتحتی میں احد کی گھاٹی پر تعینات فرمایا۔ تاکہ دشمن کا عقب میں آکر حملہ کا خطرہ نہ رہے۔ اور تاکید کی۔ کہ اس مقام کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑنا۔ حضور نے میمنہ پر حضرت زبیر بن العوام کو میسرہ پر منذر بن عمرو درمیان میں حضرت حمزہ کو۔ حضرت مصعب کو علم عنایت فرمایا۔

اور ابودجانہ کو حضور نے اپنی خاص تلوار عنایت فرمائی۔ ابودجانہ حضور کی تلوار کو لے کر اکڑ کر چلنے لگے حضور نے دیکھ لیا۔ صرف کفار کے مقابلہ پر جنگ میں اکڑ کر چلنا جائز ہے۔

دوسری طرف ابوسفیان نے خالد بن ولید کو میمنہ پر اور عکرمہ بن ابوجہل کو میسرہ پر۔ سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کو۔ طلحہ کو علم دیا گیا۔ اور خواتین قریش نے دف بجا کر جوش پیدا کرنے کے لئے یہ گانا شروع کیا۔

آج احد کی پہاڑیوں کے سامنے مکہ کے شیر آئے ہیں۔ یہ وہ شیر ہیں جن کا نام سن کر دنیا کانپتی ہے۔

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر

تم بڑھ کر لڑو گے۔ تو ہم تم سے گلے ملائیں گی۔ اگر پیچھے ہٹو گے۔ تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی۔

ہندہ نے جو عورتوں کے دستہ کی سالار تھی۔ اعلان کیا۔ کہ جب تک حمزہ کا کلیجہ نہ کھا لوں۔ تب تک چین سے نہ بیٹھوں گی۔

دونوں لشکر بڑھے جب قریب پہنچے۔ تو لشکر کفار میں سے طلحہ نے نکل کر طنز کے طور پر کہا کہ

میں قریش کا علمبردار ہوں جس مسلمان نے جنت میں جانا ہو میرے سامنے آ جائے۔ حضرت علی شیر خدا اس کی یہ لاف زنی سن کر میدان میں نکلے۔ اور آتے ہی تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا۔ کہ اس کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ اس کا بیٹا عثمان اپنے باپ کو قتل ہوتا دیکھ کر میدان میں نکلا۔

حضرت حمزہ مقابلہ پر آئے۔ اور اس کے شانہ پر تلوار اس زور سے ماری۔ کہ کمر تک پھاڑتی چلی گئی۔

اس کے بعد چار اور بھائی باری باری میدان میں نکلے۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اور اس خاندان کا کوئی فرد باقی نہ رہا۔ یہ حالت دیکھ کر ابو سفیان نے عام حملہ کا حکم دیا۔ ادھر مسلمان بھی بڑھے۔ تلواریں چلنے لگیں۔ خون کی بارش ہونے لگی۔

حضرت عمرؓ حضرت علی۔ حضرت حمزہ حضرت صدیقؓ حضرت ابو دجانہ کمال دلیری اور بے جگری سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔ حضرت حنظلہ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور ان کے باپ ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ

رہے تھے۔

حضرت حنظلہ مارتے کاٹتے ابوسفیان کے قریب پہنچ گئے۔قریب تھا۔ کہ اس پر حملہ کر کے ابوسفیان کا کام تمام کردیں۔کہ برابر سے ایک کفار نے عالم بے خبری میں آپ پر حملہ کر دیا۔اور آپ شہید ہو گئے۔

ابودجانہ حضور اکرم کی تلوار ہاتھ میں لئے نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔اتفاق سے ہندہ ابوسفیان کی بیوی ان کی تلوار کی زد میں آگئی۔ہندہ کی چیخ نکل گئی۔ابودجانہ سنبھل گئے۔اور انہوں نے کہا۔

خدا کا شکر ہے۔حضور اکرم کی تلوار نے عورت کو قتل نہیں کیا۔حضرت حمزہ دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر چلا رہے تھے۔اور جوش جہاد میں اس قدر سرشار تھے۔کہ سوائے حملہ کرنے کے حملہ روکنے کی طرف مائل نہ تھے۔آپ کے سامنے ایک بہادر کافر غبشانی آگیا۔

آپ نے للکارتے ہوئے اسے کہا۔اوادنتنی کے بچے کہاں جاتا ہے۔ اور اس پر حملہ کر کے اس کے دو ٹکڑے کر دئیے۔وحشی حضرت حمزہ کی تلاش میں تھا۔اتفاقاً اس کی نظر حضرت حمزہ پر پڑی۔اس نے حضرت حمزہ کی طرف تاک کر حربہ پھینکا۔

حربہ آپ کے پہلو میں لگا۔اور دوسرے پہلو سے پار ہو گیا۔حضرت حمزہ شہید ہو گرے۔وحشی یہ خوشخبری ہندہ اور اپنے مالک کو سنانے کے لئے بھاگا۔میدان جنگ میں لڑائی کے وقت اگر کسی فریق کا علم گر جاتا۔تو اس لشکر کا دل شکستہ ہو جاتا۔

حضرت علی نے کفار قریش کے دس کے قریب علمبردار قتل کئے۔ آخری علمبردار صواب کے قتل ہونے پر پھر کسی نے قریش کا علم نہیں اٹھایا۔ ہر محاذ پر مسلمان جوش و غضب میں بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ ان کے بے پناہ حملوں سے دشمن کے لشکر میں ابتری پھیل گئی۔ وہ بھاگ نکلے۔

یہ حالت دیکھ کر ابوسفیان بھی بھاگ نکلا۔ اس کی بیوی ہندہ اور دوسری عورتیں اپنی اپنی دف پھینک کر بھاگیں مسلمان ان کے تعاقب میں برابر تلواریں چلا رہے تھے۔ اور دور تک کفاروں کی لاشیں بچھا دیں۔ کچھ مسلمان مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔

مسلمانوں کا وہ دستہ جو احد کی گھاٹی پر تھا۔ کفار کے پیچھے قتل کرنے کے لئے بھاگا۔ حضرت عبداللہ نے کہا مسلمانوں کیا کرتے ہو۔ حضور کا حکم تھا۔ کہ تاحکم ثانی اس جگہ کو کوئی نہ چھوڑے۔

مسلمانوں نے جواب دیا۔ حضور کا یہ حکم بوقت جنگ تھا۔ اب کفار بھاگ گئے ہیں۔ اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہے۔ سوائے چند مسلمانوں کے باقی تمام کفار کے قتل کرنے کے شوق میں وہاں سے چلے گئے۔ خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

جب اس گھاٹی کو خالی دیکھا۔ تو ان کے ذہن میں کوئی بات آ گئی۔ فوراً انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کیا۔ جن کی تعداد سو تھی۔ اور ایک لمبا چکر کاٹ کر مسلمانوں کی نظروں سے بچتے ہوئے اس گھاٹی میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ اور ان کے ساتھی جن کی تعداد پانچ تھی۔ خالد کا خوب مقابلہ کیا۔

آخر پانچوں شہید ہو گئے۔ خالد اور ان کے ساتھی تیز رفتاری سے نیچے اترے۔ اور حضور کے پاس جو چند مسلمان تھے۔ ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمان جو کفار کے تعاقب میں چلے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی۔ تو پلٹ پڑے۔

عکرمہ بن ابو جہل نے جب مسلمانوں کو واپس جاتے دیکھا۔ تو اپنے ہمراہیوں کو للکار کر روکا۔ اور مسلمانوں کے تعاقب میں دوڑا۔ ابو سفیان نے بھی رک کر اپنے لشکر کو اکٹھا کیا۔ اور انہیں ساتھ لے کر نئی ہمت اور نئے جوش سے حملہ آور ہوا۔

قریش کی ایک بہادر خاتون عمرۃ نے اپنا گرا ہوا علم بلند کر کے کہا۔ بہادرو اس علم کی لاج رکھو۔ اور اس کی حرمت کے لئے کٹ مرو۔ کفار پھر پلٹے۔ اور مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے حملہ آور ہوئے۔

اب مسلمانوں کو آگے پیچھے دونوں طرف سے کفار نے گھیر لیا۔ اور مسلمانوں کی کوئی صف بندی نہ رہی۔ اور ایسی بد حواسی چھائی۔ کہ اپنے اور بیگانہ میں کوئی تمیز نہ رہی۔

حضرت حذیفہ کے والد ان کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ حالانکہ حضرت حذیفہ نے کہا بھی۔ کہ یہ میرے باپ اور مسلمان ہیں۔

اس ہنگامہ میں حضرت مصعب جو حضور نبی کریم کے بالکل ہم شبیہ تھے۔ ابن حمیہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس نے سمجھا۔ کہ میں نے رسول خدا کو قتل

کر ڈالا ہے۔ زور سے پکارا میں نے محمد صلعم کو قتل کر دیا۔ اس آواز سے مسلمانوں پر مایوسی چھا گئی۔

حضرت عمر لڑائی سے رک گئے۔ حضرت نضر نے وجہ پوچھی۔ تو کہا اب لڑنے سے کیا فائدہ حضور اکرم تو شہید ہو گئے۔

نضر نے جواب دیا۔ اب زندگی کا لطف باقی نہیں رہا۔ جب خدا کا حبیب شہید ہو گیا۔ اب ہمیں بھی شہید ہونا چاہئے۔ حضرت عمر نے دوبارہ اس کے ساتھ حملہ کر دیا۔ لڑتے لڑتے حضرت نضر شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد جب ان کی نعش دیکھی۔ تو اسی زخم تھے۔

حضور نے بلند آواز سے کہا۔ خدا کے بندو میری طرف آؤ۔ میں خدا کا رسول زندہ ہوں۔

حضور کی آواز سن کر ایک طرف سے مسلمان آپ کی طرف دوڑنے لگے۔ اور دوسری طرف سے قریش نے یلغار کر دی۔ اور وہ جگہ لڑائی کا مرکز بن گئی۔ عبداللہ بن شہاب نے حضور کے قریب پہنچ کر آپ پر وار کیا۔ آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔

اسی وقت عبداللہ بن قمیئہ نے آپ پر وار کیا۔ جس کی وجہ سے خود کی کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار کی ہڈی میں گھس گئیں۔

حضرت ابو عبیدہ نے خود کو جو حضور کی آنکھوں کے نیچے گھسا ہوا تھا۔ اپنے دانتوں میں پکڑ کر زور سے کھینچا۔ ابو عبیدہ کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ مگر خود نہ نکلا۔ بڑی جدوجہد کے بعد خود نکلا۔ اور ساتھ ہی خون کا فوارہ چل نکلا۔ ایک شہرہ

نے حضرت پر ایک پتھر کھینچ مارا۔ جس کی وجہ سے نیچے کا دانت شہید ہو گیا۔ حضور پیچھے ہٹے۔ پیچھے ایک گڑھا تھا۔ حضور گڑھے میں گر گئے۔

اس وقت حضرت عمر، حضرت علی، حضرت صدیق، حضرت طلحہ اور کئی دیگر جاں نثار اپنے مقابل کے دشمنوں کو قتل کر کے حضور کے قریب آ گئے۔ فوراً حضرت علی نے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت صدیق نے اٹھا کر باہر نکالا۔

اس وقت خواتین قریش انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں کے ناک اور کان کاٹ رہی تھیں۔ ہندہ نے ناکوں اور کانوں کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اتفاقاً اسے حمزہ کی لاش مل گئی۔

اس نے لاش کا پیٹ چاک کیا۔ اور جگر نکال کر چبا گئی۔ مگر نگل نہ سکی۔ اور اگل دیا۔ اسی وقت سے ان کا نام ہندہ جگر خوار پڑ گیا۔

اس وقت کفار کے حملوں میں کچھ سستی آنے لگی۔ مسلمانوں نے پر زور حملہ کر کے کفار کو کچھ پیچھے دھکیل دیا۔

حضور نے فرمایا۔ اگر ہو سکے۔ تو پہاڑ پر چڑھ چلو۔ حضور کا ارشاد پا کر شمع نبوت کے پروانے پہاڑ پر چڑھنے شروع ہوئے۔ اور ایک اچھے مقام پر جم گئے۔ مسلمان بھی وہاں آ آ کر جمع ہونے شروع ہوئے۔ یہ مقام جنگی لحاظ سے بہت مفید تھا۔

ابو سفیان بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ حضور نے حضرت عمر سے کہا۔ دیکھو۔ کفار کو پہاڑی پر چڑھنے سے روکو۔ حضرت عمر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آگے بڑھے۔ اور ایسا شدید حملہ کیا۔ کہ کفار کو پیچھے دھکیل

دیا۔

ایک کافر ابی بن خلف اپنا گھوڑا اڑا کر پہاڑ پر چڑھا۔ مردانہ وار بڑھا اور حضورؐ پر حملہ آور ہوا۔ حضورؐ نے حضرت حارثؓ سے نیزہ لے کر اس پر وار کیا۔ نیزہ اس کی ہنسلی میں لگا۔ وہ بچاؤ بچاؤ کی رٹ لگاتا ہوا بھاگا۔ مشرکین نے اس کا مذاق اڑایا۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ زخم اس کے ہاتھ سے لگا ہے۔ جو تنکا بھی پھینک مارے۔ تو نیزہ کی طرح لگے۔ اسی زخم کی وجہ سے وہ مر گیا۔ یہی ایک بدبخت شخص تھا۔ جو حضورِ اکرمؐ کے ہاتھ سے فی النار جہنم ہوا۔

اس وقت تمام مسلمان پہاڑی پر پہنچ گئے تھے۔ اور کفار نیچے تھے جنگ بند ہو گئی۔ ابو سفیان نے بلند آواز سے پوچھا۔ کیا تم لوگوں میں محمدؐ ہیں۔ آپ کے حکم سے اسے جواب نہ دیا گیا۔

اس نے پھر پوچھا تم میں ابوبکرؓ ہیں۔ تم میں عمرؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔ ابو سفیان نے کہا ہبل اونچا ہے۔ ہبل کی جے ہو گی۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ اسے جواب دو۔ اللہ بزرگ و برتر ہے۔

ابو سفیان نے کہا۔ ہمارے پاس عزا ہے۔ تمہارے پاس نہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا۔ اللہ ہمارا والی ہے۔ تمہارا نہیں۔ ابو سفیان نے کہا۔ ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ اس لئے ہم تم برابر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ تمہارے مردے دوزخ میں جل رہے ہیں۔ اور ہمارے شہداء جنت میں داخل ہیں۔

ابو سفیان نے کہا۔ اب ہمارا تمہارا مقابلہ پھر آئندہ سال بدر کے مقام پر ہوگا۔

حضرت عمر نے جواب دیا اچھا ہمیں تمہارا چیلنج منظور ہے۔ اس کے بعد ابو سفیان اپنا لشکر لے کر واپس ہوگیا۔ مسلمان بھی پہاڑی سے نیچے اترے شہدائ کی لاشیں اکٹھی کیں۔ اور انہیں دفنانا شروع کیا۔

حضرت حمزہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ اپنے بھائی کی لاش دیکھنے کے لئے آئیں۔ آپ نے حضرت زبیر کو فرمایا۔ کہ اپنی والدہ کو روکو۔

انہوں نے روکا۔ تو حضرت صفیہ نے کہا۔ کہ مجھے معلوم ہے۔ جو کچھ میرے بھائی کی لاش کے ساتھ ہوا ہے۔ میں اس کی لاش پر رونے نہیں آئی۔ بلکہ دعائے مغفرت کرنے اور یہ دیکھنے آئی ہوں۔ کہ میرے شیر دل بھائی نے زخم پشت پر تو نہیں کھایا۔

حضور نے اجازت دی۔ لاش پارہ پارہ تھی۔ آنکھیں نکلی ہوئی تھیں۔ بہن کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے۔ انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور واپس ہوگئیں۔ گڑھے تیار ہونے پر ایک ایک قبر میں دو دو مسلمانوں کو دفنایا گیا۔ اور مسلمان مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

راستے میں حضرت مصعب بن عمیر کی بیوی حمنہ ملیں۔ انہوں نے ایک اعرابی سے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا حمنہ تمہارے ماموں حضرت حمزہ شہید ہوگئے۔

حمنہ نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر اعرابی نے کہا۔ تمہارے بھائی عبداللہ شہید ہوگئے۔ حمنہ نے کہا۔ خدا انہیں مغفرت کرے۔ اعرابی نے پھر کہا۔

تمہارے شوہر بھی شہید ہو گئے۔ حمنہ کے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نے دیکھ کر فرمایا۔ ہر شریف عورت کو اپنے خاوند سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔

ذرا آگے لشکر چلا۔ تو بشر بن رافع ملیں۔ کسی نے ان سے کہا۔ تمہارے والد شہید ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ آنحضور صلعم تو خیریت سے ہیں۔ اس شخص نے پھر کہا۔ تمہارے بھائی شہید ہو گئے ہیں۔ اس عورت نے پھر وہی دریافت کیا اس نے پھر کہا۔ تمہارے شوہر بھی شہید ہو گئے۔ عورت نے پھر پوچھا آنحضور صلعم تو بخیریت ہیں۔

اتنے میں حضور اکرمؐ پاس تشریف لائے۔ عورت نے دیکھتے ہی کہا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ میں نے حضور کو دیکھ لیا۔ جب آپ سلامت ہیں۔ تو تمام مصائب ہیچ ہیں۔

مدینہ منورہ میں پہنچ کر خیال ہوا۔ کہ ابوسفیان راستہ سے لوٹ کر دوبارہ مدینہ پر حملہ نہ کر دے۔ آنحضور صلعم دوبارہ مجاہدین کو ساتھ لے کر دوسرے روز ۱۶ ر شوال ۳ھ کو روانہ ہوئے۔ اور مدینہ سے آٹھ میل چل کر مقام حمرا الاسد میں قیام کیا۔

دوسری طرف جب ابوسفیان مقام روحا میں پہنچا۔ تو اسے خیال ہوا۔ کہ اس وقت مسلمانوں کی جمعیت تھوڑی اور تھکی ماندہ ہے۔ اور ان کا خاتمہ آسانی سے ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کیا۔ لیکن ایک قریشی نے جو مدینہ سے ابھی آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ محمد اور ان کے ساتھی تمہارے تعاقب میں

بڑے جوش وخروش سے آرہے ہیں۔ اور میں نے خود حمراالاسد میں دیکھا ہے۔ یہ سن کر تمام مشرکین بدحواس ہو گئے۔ اور مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

جب حضور اکرم کو قریش مکہ کے بھاگ جانے کی اطلاع ملی۔ تو آپ بھی مدینہ کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اگر حضور نبی کریم ابوسفیان کا تعاقب نہ کرتے۔ تو یقیناً وہ مدینہ پر دوبارہ حملہ کر دیتا۔ اسی سن ہجری میں حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔

واقعہ رجیع

عضل اور قارہ قریش مکہ کے دو مشہور قبیلے تھے۔ ان کے چند آدمی ازراہ فریب حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ ہمارے قبیلہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چند مسلمانوں کو بھیجئے۔ جو کہ قبیلہ والوں کو ارکان اسلام سے شناسا کریں۔

حضور نے فرمایا۔ تمہاری باتوں سے فریب کی بو آتی ہے۔ لیکن پھر بھی میں تمہاری درخواست کو رد نہیں کرتا۔ آپ نے دس مسلمانوں کو حضرت عاصم بن ثابت کی ماتحتی میں ان کے ساتھ روانہ کیا۔

جب یہ لوگ مقام رجیع پر پہنچے۔ تو وہاں کفار کے اپنے دو سو ساتھی جو شریک سازش تھے۔ اور ان میں سے سو تیر انداز تھے۔ کفار کا اشارہ پاتے ہی حملہ آور ہوئے۔ مسلمان یہ حالت دیکھ کر ایک اونچے ٹیلہ فدفد پر چڑھ

گئے۔ اور حصول شہادت کے لئے کفار کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے کفار نے ٹیلہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور تیروں کا مینہہ برسانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ اور ایک ایک کر کے شہید ہوئے گئے۔ حضرت عاصم بھی شہید ہوئے۔ صرف دو مسلمان باقی بچے جن کے نام حبیب اور زید تھے۔ کفار نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور حضرت عاصم کی لاش تلاش کرنے لگے۔ تاکہ اسے پارہ پارہ کر دیا جائے۔

مگر خداوند کریم کو شہید کی تحقیر منظور نہ تھی۔ لاش کے قریب شہد کی مکھیاں اکٹھی ہو گئیں۔ جب کفار آگے بڑھے تو وہ ان کو کاٹنے کے لئے آگے بڑھیں۔ کافر بھاگ کر ناکام واپس آئے۔ حبیب اور زید کو ساتھ لے کر مکہ میں آئے۔

حارث بن عامر کے بیٹوں نے حبیب کو سو اونٹوں کے بدلے میں خرید لیا تاکہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لیں۔ اور صفوان بن امیہ نے زید کو پچاس اونٹوں کے بدلہ میں خرید لیا۔ تاکہ مشرکین بدر کے انتقام میں قتل کیا جائے۔

ماہ حرام کی وجہ سے یہ قتل نہ ہو سکے۔ بلکہ ان کو قید کر دیا گیا۔ اور قید میں روزانہ ان پر طرح طرح کی سختیاں کی جانے لگیں۔ ایک روز حارث کا بیٹا (انہوں نے حضرت خبیب کو خریدا) کھیلتے کھیلتے چھری ہاتھ میں لے کر حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا۔

انہوں نے اسے گود میں اٹھا لیا۔ اور پیار کرنے لگے۔ اتفاقاً بچہ کی ماں نے جب اپنا بچہ حضرت خبیب کی گود میں دیکھا۔ تو چیخ مار کر رونے لگی خبیبؓ نے کہا۔ او ظالم عورت کوئی مسلمان اتنا سنگدل نہیں ہوتا۔ کہ بچہ کو قتل کر

کر دے۔ اطمینان رکھو میں اسے قتل نہیں کروں گا۔ اور بچہ کو چھوڑ دیا۔ ماں نے اپنے بچے کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

جب ماہ حرام گذر گیا۔ تو قریش دونوں قیدیوں کو پھانسی دینے کے لئے مکہ سے باہر میدان میں لائے۔ کفار تماشہ دیکھنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔

حضرت خبیب نے جلدی سے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور کہا۔ کہ جلدی سے میں نے اس لئے نماز پڑھی ہے۔ تاکہ تم یہ نہ کہو۔ کہ موت سے ڈر کر نماز لمبی کردی ہے۔ جب خبیب کو سولی پر چڑھایا گیا۔ تو کفار نے حضرت خبیب سے اسلام چھوڑنے کے لئے کہا۔ آپ نے جواب میں انکار کیا۔ اور فرمایا اگر تم مجھے تمام روئے زمین کی دولت بھی دے دو۔ تب بھی اسلام نہیں چھوڑوں گا۔

جس وقت حضرت خبیبؓ سولی پر چڑھائے گئے۔ تو مقتولان بدر کے چالیس رشتہ داروں نے آپ کے جسم میں نیزے چبھائے۔ آپ شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی زبان پر اللہ کا نام جاری تھا۔ اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ کہ میں اسلام کے لئے قتل کیا جا رہا ہوں۔ مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ہے۔ کہ کس پہلو قتل کیا جا رہا ہوں۔

محض دنیا سے کفر و شرک مٹانے کے لئے میرے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ اگر خدا چاہیگا۔ تو ان ٹکڑوں پر بھی اپنی رحمت نازل کرے گا۔

ان کے بعد حضرت زید کو لائے۔ جب ان کو سولی پر چڑھایا گیا۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ زید کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر اس وقت تمہاری بجائے محمد کو سولی پر چڑھایا جاتا۔

زید نے کہا۔ خدا کی قسم میں یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ حضور کے تلوے میں کانٹا بھی چبھے۔ اور اس کے بدلہ میں میں آرام سے اپنے عزیزوں میں رہوں ابو سفیان کے منہ سے کف جاری ہو گیا۔ اور اس نے کہا۔ ہائے مجھے یہی حسد ہے۔ کہ محمد نے کیسے جاں نثار دوست پائے ہیں۔ اور النسطاس کو اشارہ کیا۔ جس نے اپنی تلوار سے حضرت زید کو شہید کر دیا۔

ناظرین۔ اب خیال فرمائیں جو لوگ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ کہاں تک درست ہے۔ کیا تلوار کفار عرب کے ہاتھ تھی یا مسلمانوں کے۔ کیا کفار عرب ظلم و ستم کرتے تھے۔ یا مسلمان۔ مسلمان تو بیکس اور لاچار تھے۔ ان کے پاس تلوار تھی کہاں جو اٹھاتے۔ بے کسی اور مظلومی کی زندگی بھی کفار انہیں نہ گذارنے دیتے تھے۔

اگر انہوں نے تلوار اٹھائی۔ تو انہیں تلوار اٹھانے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ اور محض اللہ کے بھروسہ پر مٹھی بھر مسلمانوں نے لاکھوں کفار کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی۔ اور ان کے خدا نے ان کی مدد فرمائی۔

بدر کا تیسرا حملہ

جنگ احد سے جاتی دفعہ ابوسفیان آئیندہ سال پھر لڑائی کا چیلنج مسلمانوں کو دے گیا تھا۔ مگر جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ ایک تو مکہ میں اس سال قحط پڑ گیا۔ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ سے اب وہ کترانے لگا تھا۔ مگر مدینہ کے منافقین نے ابوسفیان کے پاس اپنا ایک قاصد نعیم بھیج کر ابھارا۔

ابوسفیان نے تیاری شروع کی۔ اور منافقین مدینہ کے قاصد کو یہ کہا۔ تو جا کر مدینہ میں ہماری تیاریوں اور حملہ کا حال سنا کر مسلمانوں کو ڈراؤ۔ اس نے جا کر بڑے مبالغہ سے کفار کے حملہ آور ہونے کی خبریں سنائیں۔ جن کو سن کر کچھ مسلمان متفکر ہوئے۔ مگر حضور اکرم نے فرمایا۔

حسب وعدہ ہم بدر کے مقام پر ضرور جائیں گے۔ اگر میرے ساتھ کوئی نہ بھی گیا۔ تو میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ حضور آپ کے ساتھ جانے کے لئے تمام مسلمانوں نے جوش وخروش سے اعلان کیا۔

آپ ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی جھنڈا حضرت علی کے سپرد کیا گیا۔ ادھر ابوسفیان بھی ایک لشکر جرار لے کر مکے سے روانہ ہوا۔ چونکہ مکہ میں قحط تھا۔ اس لئے لشکر کے ساتھ صرف ستو کا راشن تھا۔ جو تھیلیوں میں بند تھے۔

جب ابوسفیان عسفان کے قریب پہنچا۔ تو اسے معلوم ہوا۔ کہ ایک ہزار

مسلمان مقابلہ کے لئے چلے آرہے ہیں۔ اس کو فکر ہوا۔ کہ جب ہم مٹھی بھر مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ تو ڈیڑھ ہزار کے لشکرِ عظیم کو کس طرح ہم شکست دیں گے۔

اس نے سرداران لشکر سے مشورہ کیا۔ ان کے حواس جاتے رہے۔ اور انہوں نے عسفلان ہی سے یہ کہہ کر لشکر واپس کر لیا۔ کہ قحط کے زمانے میں لڑائی ٹھیک نہیں۔

جب یہ واپس مکہ میں داخل ہوئے۔ تو عورتوں نے لشکر والوں کو طعنے دئیے حضور اکرم آٹھ روز تک بدر کے مقام پر ٹھہرے رہے۔ اور لشکر قریش کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں کفار کے واپس لوٹ جانے کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ بھی واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ اس دفعہ نہ کوئی لڑائی ہوئی۔ اور نہ دونوں طرف کا کوئی نقصان ہوا۔

جب حضور مدینہ میں تشریف لائے۔ تو یہود کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر آپ نے انہیں مدینہ سے خارج کر دیا۔ کیونکہ جب بھی مسلمان جہاد کے لئے مدینہ سے باہر جاتے۔ یہود کوئی نہ کوئی شرارت پیچھے ضرور کرتے۔

متحدہ جنگ

یہود کا قبیلہ جو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا تھا۔ خیبر میں جا کر آباد ہوئے۔ اور وہاں سے ان کے سردار مکہ میں گئے۔ تاکہ ایک دفعہ پھر قریش مکہ کو مسلمانوں

کے خلاف ابھار کر جنگ کرائی جائے۔

ان سرداروں نے جا کر قریش سے کہا۔ اگر تم جنگ کرنے کے لئے تیار ہو تو ہم تمہاری ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ تمام قبیلوں کو دعوت نامہ ارسال کئے گئے۔ اور چندہ اکٹھا کرنا شروع کیا۔ یہودنے دل کھول کر چندہ دیا۔ تاکہ قریش جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔ اور تمام عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر امادہ جنگ کر لیا۔

قبائل کے تمام رئیس اور سردار خانہ کعبہ میں گئے۔ اور ہبل کے سامنے آخری دم تک لڑنے کی قسمیں کھائیں۔ چوبیس ہزار لشکر تیار ہوا۔ ابوسفیان تمام لشکر کا سردار مقرر ہوا۔ اور لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بڑے بڑے نامور جنگ جو اس لشکر میں موجود تھے۔

گویا عرب اور یہود اپنے منتخب جگر گوشوں کو لے کر ایک دفعہ پھر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے چلے۔ اس لشکر میں عمرو بن عبدود عمرو بن العاص۔ خالد بن ولید جیسے بہادر شامل تھے۔ جو ہر ایک ایک ایک ہزار سوار کے مقابلہ کے برابر مانے جاتے تھے۔

آنحضور صلعم کو جب خبر ہوئی۔ تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ صحابہ نے یہ رائے دی۔ کہ مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ چونکہ مدینہ کے گرد دیوار نہ تھی۔ اس لئے حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کی رائے دی۔ مسلمان خندق سے واقف نہ تھے۔

سلمان فارسی نے سمجھایا۔ سب لوگوں نے اس کی رائے کو پسند فرمایا۔

اعلان کرایا گیا۔ کہ مدینے کے تمام باشندے مل کر خندق تیار کریں لیکن مشرک اور یہودیوں نے حضور سے تعاون نہ کیا۔ مسلمان اکیلے ہی اس کام کے لئے تیار ہو گئے۔

مدینے کے ایک طرف پہاڑی تھی۔ دوسری طرف مکانوں کی دیواریں تھیں۔ اور تیسری طرف نخلستان تھا۔ صرف ایک طرف حضور نے اپنے ہاتھ میں نیزہ لے کر نشان لگایا۔ اور الگ الگ ٹکڑے تقسیم کر دئے۔

دشمن بہت قریب تھا۔ اور کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ اس لئے شب و روز کام شروع رکھا گیا۔ خندق پانچ گز چوڑی اور اتنی ہی گہری کھودی گئی۔ حضور خود کام میں برابر کے شریک تھے۔ خود اپنی پیٹھ پر مٹی لاد کر پشتے پر پھینک رہے تھے۔

ایک جگہ ایک بڑا پتھر نمودار ہوا۔ ہر چند کوشش کی گئی۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ سرکا۔ حضور کو اطلاع کی گئی۔ حضور نے اپنے ہاتھ میں کدال لے کر اللہ کا نام لے کر ضرب ماری۔ پتھر میں سے روشنی نکلی۔ اور ایک شگاف ہو گیا۔ آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا

دوسری دفعہ پھر حضور نے ضرب لگائی۔ تو پتھر زیادہ پھٹ گیا۔ تیسری دفعہ جب آپ نے ضرب لگائی۔ تو پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ تینوں دفعہ ضرب کی وجہ سے پتھر میں عجیب قسم کی روشنی نمودار ہوئی۔

صحابہ نے روشنی کی بابت دریافت کیا۔ تو حضور نے جواب میں فرمایا۔ پہلی ضرب کے وقت جبریل آئے۔ اور انہوں نے ملک یمن کی کنجیاں دیں۔

دوسری ضرب پر ملک شام اور تیسری ضرب پر ملک فارس کی۔
مسلمانوں نے یہ پیغام سن کر زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ بعد کے واقعات نے یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری کر دی۔ اور تینوں ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ اور خدا کے فضل سے آج تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔

بیس روز کی محنت سے خندق تیار ہوئی۔ اور مسلمانوں کو اطمینان ہوا۔ بجائے اس کے کہ مدینہ کے یہودی اور مشرک مسلمانوں کا ساتھ دیتے بلکہ مسلمانوں کو تمسخر کرنے لگے۔ کہ محمد مسلمانوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ دشمن جنگ کے لئے آ رہا ہے۔ اور محمد ان کو یمن شام و فارس کی فتح کی خبر دے رہا ہے۔

چند دنوں کے بعد کفار مکہ کا لشکر جرار مدینے کے قریب آگیا۔ اور کفار نے اس سختی سے محاصرہ کیا۔ کہ باہر سے رسد آنی بند ہو گئی۔ صحابہ کرام نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے۔ مگر بھوک کی شکایت نہ کی۔ کفار رفتہ خندق کے کنارے پر آ کر مسلمانوں پر تیر چلاتے۔

مسلمانوں کی طرف سے بھی جواب میں تیر چلائے جاتے مسلمان دن بھر کفار کا مقابلہ کرتے۔ اور رات کو خندق کی حفاظت کے لئے جاگتے۔ ابو سفیان خالد بن ولید، عمرو بن العاص باری باری ایک دن اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کرتے لیکن خندق عبور نہ کر سکے۔

کفار عرب قریباً ایک ماہ تک محاصرہ کرتے رہے۔ مگر خندق عبور نہ کر سکے۔

ایک دن عمرو بن عبد کو جو کہ دو ہزار کے مقابل میں صرف اکیلا ہی مانا جاتا تھا۔ معہ اپنے دو ساتھیوں کے خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس کے دو ساتھیوں کو تو عبور کرتے ہی ٹھکانے لگا دیا۔ حضرت علی عمرو کے مقابل ہو گئے۔

تو اس نے کہا۔ مجھے یہ توقع نہ تھی۔ کہ آسمان کے نیچے کوئی میرا بھی مقابلہ کرے گا۔ اور حضرت علی پر ٹوٹ پڑا۔ جب حضرت علی کا طریقہ جنگ دیکھا۔ تو تمام غرور جاتا رہا۔

حضرت علی نے جوش میں آ کر تلوار کا وار کیا۔ تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی شہ رگ کاٹتی ہوئی نیچے اتر گئی۔ عمرو نے ایک خوفناک چیخ ماری۔ اور کشتہ ہو کر گرا۔ حضور نے بڑھ کر حضرت علی کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور چھاتی سے لگا لیا۔

ابو سفیان لڑائی کا نظارہ چند سرداروں کے ساتھ خندق کے کنارے پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا۔ جب عمرو کا حال دیکھا۔ تو واپس آ کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کرنے کا حکم دیا۔ شام تک کفار نے مسلمانوں پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔

اس روز حضور کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ ابو سفیان نے عمرو کی لاش کو خریدنا چاہا۔ مگر حضور نے لاش کو یونہی واپس کر دیا۔ اسی رات آسمان ابر آلود ہو گیا۔ اتنا زبردست طوفان آیا۔ کہ کفار کے خیمے اڑ گئے۔ مینہ اس زور سے برسا۔ کہ تمام رسد کو بہا لے گیا۔ کفار بدحواس ہو گئے۔ اور بھاگ گئے۔

حضور اکرم کو وحی کے ذریعے کفار کے بھاگنے کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے اسی وقت حضرت حذیفہ کو کفار کی خبر لانے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر کفار کے بھاگنے کی اطلاع دی۔

حضور نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا۔ اور فتح کی مبارک باد دی۔ اور فرمایا۔ کہ اب قریش کبھی ہم پر حملہ آور نہ ہوں گے۔ حضور کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اور قریش مکہ نے پھر کبھی مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔ مسلمان نہایت مسرور اور شادماں اپنے گھروں کو لوٹے۔

مدینہ کے منافق اور بنی قریظہ کو بڑا فکر ہوا۔ کہ مسلمان انہیں عہد شکنی کی سزا دیں گے۔ اور وہ قلعہ قریظہ میں جمع ہو گئے۔ مسلمانوں نے نماز عصر قلعہ قریظہ کے سامنے پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر جب انہوں نے یہود کو آمادۂ جنگ پایا۔ تو قلعہ قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس روز تک محاصرہ قائم رہا۔ آخر تنگ آ کر مشرکین نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا

صلح حدیبیہ

پانچ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ کہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے طواف کی نوبت نہ آئی تھی۔ لیکن آرزو سب کی تھی۔ آنحضور صلعم نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ صحابہ کرام کے ساتھ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس خواب نے زیارت کعبہ پر آپ کو آمادہ کر دیا۔ اور صحابہ کو مکہ چلنے کی تیاری کا حکم

دے دیا۔

ایک ہزار چار سو صحابہ آپ کے ساتھ مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے حضور انور نے مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا۔ اور قربانی کے ستر اونٹ قافلے کے آگے روانہ کر دئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ مسلمان حج کے ارادے کو آ رہے ہیں۔

کسی شخص کو تلوار میان سے باہر نکال کر چلنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک شخص کو بطور جاسوس آگے روانہ کیا کہ قریش کی خبر لائے۔ جب مکہ میں یہ خبر پہنچی۔ تو قریش کو بڑا اضطراب ہوا۔ اور انہوں نے سمجھا۔ شاید مسلمان مکہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ انہوں نے حلیف قبائل کے پاس مدد کے لئے پیغام بھیج دئے۔

جب مسلمان عسفان میں پہنچے۔ تو جاسوس نے آ کر خبر دی۔ کہ مکہ والوں نے زبردست جمعیت فراہم کر لی ہے۔ اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا ہے۔ آنحضور صلعم نے سیدھا راستہ چھوڑ کر داہنی طرف کترا کر سفر کرنا شروع کیا۔ تاکہ کفار کو پتہ نہ چلے۔

اتفاقاً مسلمانوں کا قافلہ مقام غمیم میں خالد کے قریب پہنچ گیا۔ خالد معہ اپنے ساتھیوں کے بدحواس ہو کر بھاگا۔ اور مکہ میں جا کر دم لیا۔ مسلمانوں نے مقام حدیبیہ میں پہنچ کر ایک کوئیں کے قریب قیام کیا۔ کوئیں میں پانی بہت تھوڑا تھا۔

حضور نے ایک تیر حضرت براٴ کو دیا۔ کہ اس تیر کو کوئیں میں ڈال دو۔ جس

وقت حضرت براء نے تیر کوئیں میں ڈالا۔ پانی نے اتنا جوش مارا۔ کہ کناروں سے باہر نکل آیا۔ جتنا پانی خرچ ہوتا۔ اتنا ہی نیچے سے اوپر آجاتا۔

دوسرے دن قریش مکہ کی طرف سے بدیل بن ورقہ حاضر خدمت ہوا۔ اور دریافت کیا۔ آپ کس ارادہ سے آرہے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہم حج کے لئے آئے ہیں۔ اور قربانی کے اونٹ ہمارے ساتھ ہیں۔ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ اگر ہم کو حج سے روکا۔ تو اس کی ذمہ داری قریش پر ہوگی۔

بدیل نے واپس جاکر قریش کو سمجھایا۔ کہ مسلمان حج کے ارادہ سے آئے ہیں۔

ابو سفیان نے کہا ہم مسلمانوں کو مکہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔ ایک عربی سردار جس نے خود مسلمانوں کو احرام باندھے دیکھا تھا۔ ابو سفیان سے بگڑ کر کہا کعبہ کی زیارت کرنے سے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ اگر تم نے انہیں روکا۔ تو میں مسلمانوں کے ساتھ ہو کر تم سے لڑوں گا۔

قریش نے کہا: اس وقت آپس میں مت جھگڑو۔ اس وقت حضور نے حضرت خراش کو ثعلب نامی اونٹ دے کر قاصد بنا کر مکہ میں روانہ کیا۔ اس نے مکہ داخل ہو کر بلند آواز سے پکارا۔

میں محمد رسولِ خدا کا قاصد ہوں۔ اور پیغام لایا ہوں۔ کہ مسلمان حج کے لئے آئے ہیں۔ اور ایام حج میں کسی شخص کو حق نہیں۔ کہ وہ اس نیک کام سے کسی کو روکے۔

عکرمہ بن ابو جہل نے کہا۔ اگر ہم حج کرنے کی اجازت نہ دیں۔ خراش

نے دلیرانہ انداز میں جواب دیا۔ تب ہم لڑیں گے۔
غصے کی حالت میں کئی آدمی حضرت خراشؓ کی طرف بڑھے۔ اور ان کا اونٹ ذبحہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے اہل قریش یہ کیا کرتے ہو۔ قاصد پر ہاتھ ڈالنا جائز نہیں۔
خراشؓ واپس آتے۔ اور آنحضورؐ کو تمام قصہ سنا دیا۔ دوبارہ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو روانہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے مکہ میں پہنچ کر لوگوں کو خطاب کیا۔
ہم مسلمان ہیں۔ اور خانہ کعبہ کا اسی طرح احترام کرتے ہیں۔ جس طرح تم کرتے ہو۔ تمام قبائل آزادانہ حج کرتے ہیں۔ ہم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔
عکرمہ نے کہا ہم مسلمانوں کو ہرگز حج کی اجازت نہ دیں گے۔ اگر تم حج کرنا چاہو۔ تو کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے کہا میں مسلمانوں کے بغیر حج نہیں کروں گا۔
عکرمہ نے کہا۔ اچھا تم نظر بند کئے جاتے ہو۔
جب حضرت عثمانؓ کئی روز تک واپس نہ آئے۔ تو حضورؐ کو بے حد رنج ہوا۔ آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے بیعت لینی شروع کی۔ جب تک ہم عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لیں گے۔ واپس نہ جائیں گے۔
اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔ بیعت کے وقت حضرت عثمانؓ

واپس آ گئے۔ حضور انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب قریش کو اس بیعت کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ کچھ نرم پڑ گئے۔

چنانچہ انہوں نے ایک بزرگ عروہ کو اپنی طرف سے حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔ عروہ نے حضور کے پاس آ کر کہا۔ محمد کیوں اپنی قوم کو تباہ کر رہے ہو۔ قوم کی بربادی کا تم کو افسوس نہ ہو گا۔

حضور نے فرمایا ہم لڑنے نہیں آئے۔ لیکن اگر مکہ والے اپنی ضد سے باز نہ آئے۔ تو جنگ ضرور ہو گی۔

عروہ کا جواب دیتے ہوئے ہاتھ حضور کی داڑھی کو چھو گیا۔ حضرت مغیرہ نے تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر کہا۔ ادب سے کلام کرو۔ تم پیغمبرِ خدا کے حضور میں ہو۔ اگر پھر اس طرح ہاتھ چھوا۔ تو واپس نہ جا سکے گا۔ یہ عقیدت دیکھ کر عروہ پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے واپس آ کر کہا۔

میں نے ہرقل روم اور شاہ ایران کے دربار دیکھے۔ لیکن جو محبت حضور کے ساتھ مسلمانوں کی ہے۔ کسی اور جگہ نہیں دیکھی۔ بہتر ہے کہ انہیں کعبہ کی زیارت کر لینے دو۔

اب قریش نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا۔ یہ شخص بلند پایہ کا مقرر تھا۔ اس نے حضور کے ساتھ شرائط صلح طے کی۔ حضور اکرم نے حضرت علی کو صلحنامہ لکھنے کے لئے کہا۔

حضرت علی نے دستاویز کی پیشانی پر جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ تو سہیل نے کہا۔ ہم خدا کو نہیں جانتے۔ اور نہ مانتے ہیں باسمک اللھم لکھو

حضور نے ایسا ہی لکھنے کو کہا۔

اور جب حضرت علی نے لکھا۔ کہ اس صلحنامہ کو محمد رسول اللہ نے تسلیم کیا۔ تو سہیل نے پھر اعتراض کیا۔ اور کہا۔ اگر ہم آپ کو رسول تسلیم کر لیتے تو جھگڑا ہی کیوں ہوتا۔ آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔

حضور نے فرمایا اگرچہ تم میری نبوت سے انکاری ہو۔ مگر خدا کی قسم میں نبی ہوں۔ آپ نے حضرت علی سے کہا۔ رسول اللہ کا لفظ کاٹ دو حضرت علی نے کہا۔ مجھ سے یہ گستاخی نہ ہوگی۔ حضور نے خود رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ اس صلحنامہ میں مندرجہ ذیل شرائط تھیں۔

۱۔ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے۔ اور نہ مکہ میں داخل ہوں گے۔

۲۔ اگلے سال عمرہ کر سکیں گے مگر سوائے میان میں تلوار کے کوئی اور ہتھیار ساتھ نہ لائیں گے۔ اور تین دن سے زائد مکہ میں قیام نہ کریں گے۔

۳۔ صلح کی میعاد دو سال ہوگی۔ اور اس عرصہ میں دونوں فریق امن و امان سے رہیں گے۔

۴۔ عرب کا قبیلہ یا قوم ہر دو فریق میں سے جس کے ساتھ ہم عہد ہوگا ان پر بھی اس عہد نامہ کی پابندی ہوگی۔

۵۔ دونوں قبائل دیگر قبائل کو اپنا ہم عہد اور مددگار بنانے میں آزاد ہوں گے۔

۶۔ اگر قریش کا کوئی شخص بلا اجازت مسلمانوں کے ہاں چلا جائیگا۔ تو فوراً قریش کو واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس

آئے گا۔ تو واپس نہ ہوگا۔

صحابۂ کرام کو بعض شرائط ناگوار گذریں۔ مگر حضور نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ ایک ایک صلحنامہ دونوں فریقوں کے حوالہ کر دیا۔ مسلمانوں نے حضور اکرم کے ساتھ قربانیاں کیں۔ احرام کھولے۔ خط بنوائے۔ اور ایک روز یہاں قیام کرنے کے بعد دوسرے دن مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جنگ خیبر

یہود کی آبادی حجاز کے ہر گوشہ سے آکر ملک شام کے قریب مدینہ سے دو چند میل کے فاصلہ پر خیبر میں اکٹھی ہو گئی۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی۔ یہود کو فکر لاحق ہوتی جاتی۔

خیبر مدینے سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ اور وہاں متفرق نام کے چند مضبوط قلعے تھے۔ مگر سب کو خیبر ہی کہتے تھے۔ مسلمانوں کی فتوحات سے یہودی ایک دفعہ پھر برافروختہ ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں سے متصادم ہونے کی تیاری شروع کر دی۔ اور عرب کے چند قبائل کو ساتھ ملا لیا۔ اس طرح اب قریش مکہ کے بعد خیبر مسلمانوں کی عداوت کا مرکز بن گیا۔

انہوں نے قبیلہ غطفان کو اپنے ساتھ اس شرط پر ملایا۔ جب مدینہ فتح ہو جائے گی۔ تو آدھی آمدنی انہیں دی جایا کرے گی۔ عبداللہ بن ابی کے آدمی بھی انہیں مسلمانوں کی خبریں پہنچا دیا کرتے تھے۔

حضور اکرم کو یہودیوں کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا۔ تو آپ سنہ ۷ھ میں پندرہ سو مجاہدین ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے مقام رجیع میں لشکر کا قیام کیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا۔ کہ قبیلہ غطفان یہودیوں کی کوئی مدد نہ کر سکا۔ بلکہ مسلمانوں کو اپنے نزدیک قیام کرتے دیکھ کر وہ رجیع سے باہر نہ نکلے۔ اور اپنے گھروں کی حفاظت پر مجبور ہوئے۔

جب حضور اکرم رجیع سے بڑھ کر مقام صہبا پہنچے۔ تو عصر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نے معہ لشکر کے نماز ادا کی۔ اور اس کے بعد تمام مجاہدین نے معہ حضور اکرم کے ستو گھول کر نوش فرمائے۔ اور فارغ ہو کر آگے کوچ کیا۔

دوسرے روز دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ حضور نے تین علم اپنے ہاتھ سے تیار کئے۔ ایک علم حباب دوسرا سعد اور تیسرا جوان دونوں سے بڑا تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی چادر سے تیار کیا تھا۔ حضرت علی کو عنایت فرمایا۔

یہود کی طرف سے مرحب اور یاسر دو فیل تن پہلوان میدان میں نکلے ان میں ہر ایک ایک ہزار آدمی کے مقابلہ کی طاقت رکھتا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے محمد بن مسلمہ اور زبیر بن العوام نکلے۔

زبیر نے یاسر پر حملہ کرتے ہوئے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا۔ کہ وہ کشتہ ہو کر گرا۔ دوسری طرف محمد نے مرحب پر حملہ کیا مرحب اپنے ساتھی کا یہ حال دیکھ کر ڈرا۔ مگر محمد کی تلوار اس کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ اس نے جلدی

ڈھال آگے کر دی۔ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ مگر مرحب بچ گیا۔ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اس کے بھاگنے پر یہودی بھاگ کر قلعوں میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم تھا۔ مسلمانوں نے اسے گھیر لیا۔ محمد بن مسلمہ نے قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ اس وقت گرمی شدت کی تھی۔ اور محمد بن مسلمہ ایک سایہ میں قلعہ کی دیوار کے نیچے کھڑے تھے۔ کہ اوپر سے یہود نے ایک پتھر کا بہت بڑا ٹکڑا آپ پر گرا دیا۔ جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔

یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں نے غضبناک ہو کر قلعہ پر حملہ کیا۔ اور اسے فتح کر لیا۔ یکے بعد دیگرے مسلمانوں کئی قلعوں پر قبضہ کرتے ہوئے قلعہ قموص کے قریب پہنچ گئے۔ یہ قلعہ مفتوح قلعوں سے بہت زیادہ مضبوط تھا۔ یہ مرحب کا تخت گاہ تھا۔

مسلمانوں نے کئی دفعہ حملہ کیا۔ زبردست لڑائیاں ہوئیں۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ ایک دن حضور نے ابو بکر صدیق کو اسلامی جھنڈا عنایت فرما کر روانہ کیا۔ سارا دن گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔

دوسرے روز حضرت عمر لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ مگر اس روز بھی قلعہ فتح نہ ہوا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے کئی سوار قلعہ فتح کرنے کے لئے گئے۔ مگر قلعہ فتح نہ ہونا تھا۔

ایک روز حضور اکرم نے فرمایا۔ کل میں اس شخص کو علم دوں گا۔ جو قلعہ قموص کو فتح کر کے خیبر شکن کا خطاب حاصل کرے گا۔ ہر صحابی کو یہ تمنا ہوئی۔

کہ کل علم اسے ہی ملے۔

دوسرے روز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حضور نے فرمایا۔ علی مرتضےٰ کہاں ہیں۔ مسلمان سمجھ گئے۔ کہ آج حیدر کرار کو حضور علم عنایت فرمائیں گے۔

حضرت علی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر ان کی آنکھیں آشوب چشم کی وجہ سے بہت زیادہ دکھ رہی تھیں۔ اور کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ حضور نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا۔ تھوڑی دیر حضرت علی کی آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں۔ اور حضور کے لعاب دہن کی برکت سے تمام عمر کبھی خراب نہ ہوئیں۔

حضرت علی نے پھریرا ہاتھ میں لے کر ہوا میں لہرایا۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر جوش وخروش سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ قلعہ پر سے کفار نے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس قدر شور و غل مچایا۔ کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

مسلمانوں نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور بڑی پامردی سے بڑھتے رہے۔ بڑھتے بڑھتے مجاہدین قلعہ کے آہنی پھاٹک کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت علی نے دونوں ہاتھوں سے پھاٹک کو پکڑ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر چرخ دیا۔ اور فاصلے پر پھینک دیا۔

مسلمان بڑھ کر شیروں کی طرح جھپٹے۔ اور یہودیوں پر جا ٹوٹے۔ یہودیوں نے اس حملے کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر مسلمان انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔

یہ حالت دیکھ کر یہودی بھاگ نکلے۔ حضرت علیؓ نے یہود کو گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں تمام یہود گرفتار کر لیے گئے۔ قیدیوں میں حی بن الخطب کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔

جب اسیران جنگ تقسیم کئے گئے تو صفیہ وحیہ کے حصہ میں آئیں حضور اکرم نے اسے دحیہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ حضور کی مہربانی کا یہ اثر ہوا۔ کہ صفیہ نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کی خواہش پر حضور نے اس سے اپنا عقد کیا۔ خیبر کی جنگ میں صرف پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔ اور یہود کا بہت سا لشکر کام آیا۔ اور ان کے بڑے بڑے سردار مثلاً مرحب، کنانہ، سلام وغیرہ مارے گئے۔

فتح مکہ

مکہ معظمہ کے قریب دو قبائل خزاعہ اور بنو بکر آباد تھے۔ دونوں میں آپس میں شکر رنجیاں چلی آ رہی تھیں۔ اور ان دونوں قبائل میں سے بنو خزاعہ مسلمانوں کے طرفدار تھے۔ اور بنو بکر قریش کے حلیف تھے۔

ایک رات بنو بکر نے قریش مکہ کی امداد سے بنو خزاعہ پر آدھی رات کے وقت بلا وجہ حملہ کر دیا۔ اور بے جرم و خطا ان کو قتل کرنے لگے۔ بنو خزاعہ کے جو لوگ بچ گئے۔ وہ بھاگ کر حرم میں پناہ لینے کے لئے جا چھپے۔ مگر کفار نے انہیں وہاں بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنا شروع کیا۔

مظلوموں نے بلند آواز سے پکارا۔ یا رسول اللہ بنو بکر بمعہ قریش کے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ہماری امداد فرمائیے۔

حضور اکرم صلعم جناب محمد صلعم

جناب رسول مقبول اس وقت مکہ سے دور تین سو میل مدینہ منورہ میں حضرت میمونہ کے حجرہ میں وضو کر رہے تھے۔ آپ نے لبیک لبیک کہا۔ حضرت میمونہ نے حیرت سے دریافت کیا۔ آپ نے لبیک کس کے جواب میں کہا

حضور نے فرمایا۔ بنو خزاعہ پر ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھے امداد کے لئے پکارا ہے۔ حضرت میمونہ نے دریافت کیا۔ پھر آپ کا کیا ارادہ ہے۔

حضور نے فرمایا۔ عہد نامہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کی دھجیاں اڑا دی جائیں گی۔ یہ کافر نہ خود آرام سے رہتے ہیں۔ اور نہ ہمیں اور ہمارے حلیفوں کو آرام کرنے دیتے ہیں۔

جب صبح ہوئی۔ اور حضور نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا۔ اور قریش کی بد عہدی کا ذکر کیا۔ جب ان حالات کی مسلمانوں کو خبر ہوئی۔ تو ان کو خیال تھا۔ کہ اب ضرور مکہ پر لشکر کشی ہو گی۔

چند روز کے بعد آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ نے دور سے دردناک آواز میں سنا۔

کوئی غم نہیں ہم محمد صلعم کو وہ معاہدہ یاد دلائیں گے۔ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہوا تھا۔ قریش نے وعدہ خلافی کی ہے۔ اور انہوں نے وہ معاہدہ جو آپ سے کیا تھا۔ توڑ ڈالا ہے۔ اور ہمیں خشک گھاس کی طرح

پامال کر دیا ہے۔
وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری امداد کو کوئی نہ آئے گا۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم تھوڑی تعداد میں ہیں۔ اور انہوں نے سوتے پر ہم پہ حملہ کر دیا۔
تھوڑی دیر میں بدیل بن ورقہ اور عمرو بن سالم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ظلم و ستم کی تمام داستان حضور کو سنائی۔ مسلمانوں پر ان کی مظلومی کی داستان سننے سے گہرا اثر ہوا۔
حضور نے فرمایا تمہارا بدلہ ضرور ظالموں سے لیا جائے گا۔ ظالموں اور سرکشوں کو تلوار کے زور سے سیدھا کر دیا جائے گا تم اطمینان سے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔
وہ رخصت ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور حضور نے مسلمانوں کو تیار ہونے کا حکم دیا۔
قریش نے ناعاقبت اندیشی کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی تو کر دی۔ مگر بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لئے روانہ کیا۔
ابوسفیان اپنا سفر طے کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ حضور نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے صدیق اکبر اور حضرت عمر سے سفارش کے لئے کہا مگر دونوں نے جواب دے دیا۔
یہاں سے وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے پاس آیا۔ (ام حبیبہ حضور صلعم کی حرم تھیں۔) انہوں نے بھی جواب دیا۔ اور کہا۔

کہ قریش نے بد عہدی کی ہے۔ حضور کو بڑا غصہ ہے۔ اور کسی کو بھی کسی سفارش کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ مایوس ہو کر ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اگرچہ مسلمان تیاریاں کر رہے تھے۔ مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ کس جگہ حملہ ہو گا۔

جب ابوسفیان ناکام واپس مکہ میں آیا۔ تو قریش کو فکر ہوا۔ فوراً انہوں نے سفیر اطراف مکہ میں دوڑا دیئے۔ تاکہ ایک لشکر عظیم مسلمانوں کے مقابلے کے لئے اکٹھا کیا جائے۔

چند ہی روز کے بعد عرب کے ہر گاؤں قریہ سے امداد کے لئے دستے آنے شروع ہو گئے۔ ادھر حضور اکرم نے بھی اتحادی قبائل کے پاس قاصد روانہ کر دیئے۔ تاکہ ہر منزل پر تیار ہو کر شامل ہو سکیں۔

۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو یہ فوج الٰہی مدینہ سے روانہ ہوئی۔ جسے دیکھ کر دشمنوں کے چہرے فق ہو جاتے تھے۔ اسلامی لشکر سیلاب کی طرح بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اور مسلمان راستہ بھر میں اس فوج میں شامل ہوتے جا رہے تھے آخر یہ لشکر ظفر موج مکہ معظمہ سے صرف چار کوس وادی مرالظہران میں پہنچا۔ تو کفار قریش کو مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی۔

مسلمانوں کے اچانک آ جانے سے انہیں بڑی حیرت اور پریشانی ہوئی ابوسفیان تحقیق حال کے لئے اپنے ساتھ چند ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ رات کے وقت مسلمان اپنے اپنے قبیلوں میں ہتھیار صاف کر رہے تھے۔ اور آگ اس کثرت سے روشن تھی۔ کہ دن جیسی روشنی ہو رہی تھی۔ ابوسفیان

اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق اپنے دستہ کے ہمراہ طلایہ گردی کر رہے تھے۔

یہ حالت دیکھ کر ابو سفیان اپنے ساتھیوں سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ ایک خچر سوار اپنی طرف بڑھتا ہوا اسے نظر آیا۔ حضرت عباس اس وقت مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ اس وقت حضور کے خچر دلدل پر سوار تھے۔ یہ وہی خچر تھا۔ جسے مقوقس شاہ مصر نے تحفہ کے طور پر حضور کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

حضرت عباس کی خواہش تھی۔ کہ قوم میں قتل و غارت نہ ہو۔ اور وہ اہل مکہ کو متنبہ کرنے جا رہے تھے۔

حضرت عباس نے جب ابو سفیان کو دیکھا۔ تو کہا۔ سنو خطرہ قریب ہے اب بچاؤ کے دو طریقے ہیں۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ۔ یا جذبہ ادا کرو۔ اب کوئی طاقت مکہ معظمہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتی۔ ابو سفیان نے حیرت سے کہا۔ عباس کیا تم مجھے امان دے سکتے ہو۔

عباس۔ ہاں میں تجھے اپنی حفاظت میں لینے کو تیار ہوں۔

ابو سفیان۔ شکریہ

اب ابو سفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ جلد مکہ جاؤ۔ اور کہہ دو۔ اب بھلائی اسی میں ہی۔ کہ مسلمان ہو جاؤ۔

ابو سفیان کے ساتھی یہ پیغام لے کر واپس چلے گئے۔ اور ابو سفیان حضرت عباس کے ہمراہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے جب حضرت

عباس اسلامی لشکر کے قریب پہنچے۔ تو حضرت عمرؓ اپنے دستہ کے ساتھ طلایہ کرتے ہوئے وہاں سے گذرے۔ ان کو دیکھتے ہی حضرت عمرؓ نے پُر رعب آواز میں کہا۔

کون ابوسفیان۔ خدا اور خدا کے رسول کا دشمن اور کافر آج تو مسلمانوں کے پنجہ میں پھنس ہی گیا۔

یہ فرماتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور تلوار میان سے کھینچ لی۔

حضرت عباس نے کہا۔ عمر ٹھہرو۔ اس وقت ابوسفیان میری امان میں ہے۔

حضرت عمرؓ۔ مگر تم نے اس دشمنِ اسلام کو امان کیوں دی۔

حضرت عباسؓ۔ یہ بات رسول اللہؐ کی خدمت میں جا کر بیان کرونگا

ابوسفیان خوف و دہشت سے کانپ رہا تھا۔ اپنی موت اسے سر پر کھڑی نظر آرہی تھی۔

حضرت عمرؓ۔ اچھا رسول خدا کے حضور میں چلو۔ حضرت عمر بھی ان کے ساتھ چلے۔ اور حضور کے خیمہ پر پہنچے۔ خیمہ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور حضور جاں نثار صحابہ کے ساتھ کمبل کے فرش پر تشریف فرما تھے۔

جب یہ حضور کے سامنے پہنچے۔ تو حضرت عمر نے کہا کفر کے استیصال کا وقت آگیا ہے۔ حکم دیجئے۔ کہ اس کافر کا سر اڑا دوں۔

حضرت عباس نے اس کی جاں بخشی کی درخواست کی۔ اور اپنے امان میں لینے کا بیان کیا۔ اور حضرت عمر سے کہا۔ عمر اگر یہ شخص تمہارے

قبیلہ کا ہوتا۔ تو شاید تم اس بے صبری سے اس کے قتل کا اصرار نہ کرتے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کوئی بھی ہوتا۔ میں ایسے دشمن اسلام کا سر اڑا دیتا۔

ابوسفیان نے یہ حالت دیکھ کر ادب سے جھک کر حضور کو سلام کیا۔ آج پہلا موقعہ تھا۔ کہ مسلمانوں کا بدترین دشمن خدا کے رسول کے آگے جھکا۔

حضور اکرم نے ابوسفیان سے پوچھا۔ کہ تم کو اب بھی یقین نہیں آتا۔ کہ خدا کے سوا کوئی لائق پرستش نہیں ہے۔

ابوسفیان نے جواب دیا۔ اگر کوئی اور خدا ہوتا۔ تو آج ہمارے کام آتا

حضور صلعم نے فرمایا کیا تم یہ بھی مانتے ہو۔ کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں۔

ابوسفیان۔ یہی بات تو بنائے نزاع ہے۔

حضور صلعم۔ اب تم کیا چاہتے ہو۔

ابوسفیان۔ مجھے ایک رات کی مہلت دی جائے۔ تاکہ میں غور کر لوں

آنحضور نے فرمایا منظور ہے۔ اور حضرت عباسؓ کے ساتھ اس کے خیمہ میں روانہ کر دیا۔

رات بھر ابوسفیان بستر پر پڑے سوچتا رہا۔ اسے خیال ہوا۔ کہ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا۔ تو یہ مٹھی بھر فاقہ کش مسلمان کس طرح ہم پر غالب آجاتے۔ صبح ہوتے ہی ابوسفیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضور نے پوچھا۔ ابوسفیان کیا تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوتے ہو۔

ابوسفیان ۔ ہاں اپنی خوشی سے اور مجھے اپنی سابقہ روش پر افسوس آتا ہے ۔

حضور نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا ۔ مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی ۔ اور انہوں نے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔

حضرت عباس نے حضور کی خدمت میں عرض کی ۔ یا رسول اللہ ابوسفیان کے مرتبہ کے مطابق اسے کوئی اعزاز دے دیجئے ۔

حضور نے فرمایا ۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا ۔ اسے امان دی جائے گی ۔ جو شخص خانۂ کعبہ میں پناہ لے گا ۔ اسے پناہ دی جائے گی ۔ جو شخص مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کریگا ۔ اسے امان دی جائے گی ۔ ابوسفیان خوش ہو گیا ۔ اور حضور سے اجازت طلب کی ۔ تاکہ مکہ میں جا کر لوگوں کو سمجھاؤں

حضور نے ابوسفیان کو جانے کی اجازت عطا فرمائی ۔ ابھی وہ مکہ کے قریب ہی پہنچے تھے ۔ کہ لشکر اسلام نے بھی کوچ کر دیا ۔

ابوسفیان ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھنے لگے ۔ سب سے آگے حضرت خالد اسلامی علم ہاتھ میں لیے چل رہے تھے ۔ (حضرت خالد اس سے قبل اسلام لا چکے تھے ۔ ان کے بعد حضرت عمر ۔ ان کے بعد حضرت حضرت علی پھر سعد بن معاذ اور ان کے بعد حضرت عباس درمیان میں آنحضور صلعم ۔

آپ کے ساتھ بلال حبشی آپ کے عقب میں حضرت زید بن حارث ۔ ابو جندل ، ابوعبیدہ بن الجراح لشکر اسلام کے ساتھ کوچ کر رہے تھے ۔

مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ ابو سفیان اسلامی لشکر کی یہ شان دیکھ کر حیران رہ گیا۔

اس نے کہا۔ خدا کی قسم ایسا شاندار لشکر کبھی نہیں دیکھا۔ بیشک حضور کی پیشگوئی سچی ہونے کا وقت آگیا ہے۔ کہ تمام عربستان پر قابض ہو جاؤں گا۔ اور فارس اور ملک شام کی کنجیاں میرے سپرد کر دی گئی ہیں۔

ابو سفیان جلدی سے ٹیلہ سے نیچے اُترا۔ اور بہت جلد مکہ میں داخل ہو گیا۔ اور کفار سے کہا۔ مسلمانوں کی اطاعت کرنے میں فلاح ہے۔ اور ان سے لڑنا فضول ہے۔

قریش مکہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ بزدل کیا تم مسلمانوں سے مل گئے ہو۔ ہم زندگی کے آخری سانس تک مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔ اور انہیں مکہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے۔

ابو سفیان نے کہا۔ اگر تم نے ایسا کیا۔ تو تمام قتل کر دئے جاؤ گے۔ اسلامی لشکر کو روکنا تمہاری طاقت سے باہر ہے۔

ایک شخص نے کہا۔ ہم بہادر ہیں۔ وہ دیکھو۔ عکرمہ، صفوان اور سہیل کی قیادت میں مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مٹانے کے لئے جا رہا ہے۔

ابو سفیان نے کہا۔ تم غلطی کر رہے ہو۔ قریش مٹ جائیں گے۔ اور تم اپنی آنکھوں سے اپنا انجام دیکھ لو گے۔ سنو۔ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا۔ جو میرے گھر میں پناہ لے گا۔ جو اپنا مکان بند کر کے اندر رہیگا۔ جو

بغیر ہتھیار کے ہوگا۔ اسے مسلمان قتل نہیں کریں گے۔ کفار نے ابوسفیان کی ان باتوں کو مخول میں اڑا دیا۔ پھر بھی ابوسفیان نے تمام مکہ میں منادی کرادی کفارِ مکہ کے چند نوجوانوں نے جن کا سردار صفوان بن امیہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید کی فوج پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ جن کی وجہ سے دو مسلمان شہید ہوگئے۔

حضرت خالد نے جواباً پر زور حملہ کیا۔ تیرہ کافر مارے گئے۔ اور کفار کا یہ دستہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ آنحضور صلعم نے حضرت خالد کو بلا کر پوچھا۔ کہ حملہ کی پہل کس طرف سے ہوئی۔

جب معلوم ہوا۔ کہ ابتدا قریش کی طرف سے ہوئی۔ تو فرمایا۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔ گویا حضور نبی کریم کی خواہش نہ تھی۔ کہ مکہ میں خون خرابہ ہو۔ مسلمانوں کا خیال تھا۔ کہ کفارِ مکہ کے سامنے ضرور لڑیں گے۔ لیکن کوئی مقابلہ کے لئے نہ آیا۔ حضور نے حکم دیا۔ کہ مسلمان برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لے کر مکہ میں داخل ہوں۔ تاکہ کفار پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ جائے۔

چنانچہ مسلمان ہاتھوں میں تلواریں لے کر گروہ در گروہ اپنے سالار کے ماتحت مکہ میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ حضرت عمر فاروق بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔ کسی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

حضور نے سواری پر ہی بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور فرمایا۔ کہ ان باطل کے معبودوں کو خانہ کعبہ سے باہر پھینک دو۔ خانہ خدا کے اندر تین سو ساٹھ

بت تھے۔ جو باہر نکال کر پھینک دیئے گئے۔ جس قدر تصویریں دیواروں پر تھیں، سب مٹا دی گئیں۔

حضور حضرت بلال اور حضرت طلحہ کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔ اور تکبیریں بلند آواز سے کہیں۔ بہت مدت کے بعد خانہ کعبہ بتوں کی نحوست سے پاک ہوا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔

باہر قریش مکہ سروں کو جھکائے کھڑے تھے۔ سب خاموش تھے۔ اور اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے منتظر تھے۔ حضور نے باہر آکر بلند آواز سے فرمایا۔ خدا ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے عاجز بندوں کی مدد کی۔

اے اہل مکہ آج خدائے وحدہٗ لاشریک نے مسلمانوں کے ذریعہ سے جاہلیت کی تمام رسومات کو پامال کر دیا۔ اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر مٹ گیا ہے۔ خدا کے نزدیک شریف وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس مجمع میں وہ زبان دراز بھی تھے۔ جو حضور صلعم کو گالیاں دیتے تھے۔ اور گستاخانہ پیش آتے تھے۔ اور اسلام کو مٹانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ وہ سفاک بھی تھے۔ جو مسلمانوں کو جلتی ریت پر لٹا کر گرم لوہے سے داغا کرتے تھے۔ اور مدینہ میں بھی مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ حضور نے ان کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ تم جانتے ہو۔ کہ

تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا
قریش مکہ نے خوف و ہراس کی نگاہوں سے حضور کی طرف دیکھتے ہوئے عرض کی۔ ہمیں آپ سے بھلائی کی امید ہے۔
رحمت عالم کا جوش موجزن ہوا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔
جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔ تم پر کچھ الزام نہیں۔ اور تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔
یہ حکم سن کر قریش مکہ بہت خوش ہوئے۔ اور ان کا خوف و ہراس جاتا رہا انہوں نے پکار کر کہا۔ یا محمد تم بے شک خدا کے سچے رسول ہو۔ یہ دشمنوں کے ساتھ مہربانی پیغمبر ہی کی شان ہے۔
خطبہ سے فارغ ہو کر حضور صلعم کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی بیعت لینی شروع کی۔ مردوں سے حضور اکرم نے خود بیعت لی۔ اور عورتوں سے حضرت عمر بن الخطاب کو بیعت لینے کا حکم دیا۔
اس کے بعد آپ نے کچھ دن قیام فرمایا۔ اور مدینہ کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ وہ لوگ جو اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی فاتح ایسا کر کے دکھا سکتا ہے۔ جس نے اپنے دشمنوں کو اس طرح معاف کر دیا ہو۔ اور دشمن بھی وہ جنہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہوں۔ کیا فاتح بننے کے بعد کسی ایک مشرک کا خون بھی کیا گیا۔
اس کتاب میں ہم نے صرف ان جنگوں کے حالات درج کیے ہیں۔ جو

بہت مشہور ہوئی ہیں۔ اور جن میں حضور نے خود شرکت کی ہے۔ ان لڑائیوں کے نام دو قسم کے ہیں۔ ایک غزوہ دوسری سریہ

غزوہ۔ جس مہم میں حضور اکرم خود شریک ہوتے تھے۔ اسے غزوات کہتے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۹ سے ۲۷ تک ہے۔

سریہ۔ جن لڑائیوں میں حضور خود شریک نہ ہوتے تھے۔ بلکہ کسی دوسرے شخص کو اپنا قائمقام بنا کر بھیجتے تھے۔ اسے سریہ کہتے ہیں۔ ان کی تعداد چھپن ہے۔

حجتہ الوداع سنہ ھ

جب ذیقعد کا مہینہ آیا۔ تو حضور نبی کریم نے حج کا ارادہ کیا۔ جب یہ خبر پھیلی۔ تو مسلمانوں نے بھی ساتھ جانے کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

۲۵ ذیقعد سنہ ھ بروز ہفتہ آپ نے غسل کیا۔ اور بے سلا ہوا کپڑا یعنی آپ نے احرام باندھا۔ تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لیا۔ اور مدینہ منورہ سے چل کر چھ میل کے فاصلہ پر مقام ذوالحلیفہ پر قیام کیا۔

اگلے روز پھر غسل فرمایا۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ اور اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہوئے۔ اور بلند آواز سے یہ الفاظ فرمائے۔ جو اب تک ہر حاجی کا ترانہ رہیں۔

اے خدا! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں تعریف اور نعمتیں سب تیری ہیں۔ اور تیرا کوئی شریک نہیں۔ جب حضور لبیک فرماتے تو کم وبیش ایک لاکھ انسانوں کی زبان سے یہی نعرہ نکلتا۔ اور پہاڑ اس آواز سے گونج جاتے۔

فتح مکہ کے وقت آپ نے جس جس جگہ راستہ میں نماز ادا کی تھی۔ اس سفر میں آپ وہاں وہاں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ مقام سرف میں پہنچ کر حضور نے غسل کیا۔ اور مدینہ سے مکہ کا سفر نو دن میں طے کیا۔

جب کعبہ نظر آیا۔ تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا مکہ معظمہ کے نواح سے بہت سے مسلمان ساتھ شامل ہو گئے۔ سنہ ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لائے۔ تو صرف چودہ مسلمان ساتھ تھے۔ مگر صرف چار سال کی مدت کے بعد ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان آپ کے ساتھ تھے۔ خانہ کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ خدایا اس گھر کو اور زیادہ عزت و شرف عطا فرما۔

آپ نے آٹھویں ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ بروز جمعرات منیٰ میں قیام فرمایا۔ اگلے روز جمعہ کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور مزدلفہ میں قیام فرمایا اور اس کے بعد عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے۔ جب دوپہر ڈھل گئی۔ تو آپ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر تشریف لائے۔

اور اس پر بیٹھے ہی بیٹھے خطبہ پڑھا۔ اور ایسا جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ کہ اہل زبان سن کر دنگ رہ گئے۔ خطبہ کے بعد حضور نے مسلمانوں سے پوچھا۔

تم سے خدا کے ہاں میری بابت پوچھا جائے گا۔ تو کیا جواب دو گے۔ کیا میں نے احکام خداوندی تم تک پہنچا دئیے ہیں۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہاں آپ نے خداوند کریم کے احکام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔

یہ جواب سن کر آپ نے آسمان کی طرف تین بار انگلی اٹھا کر فرمایا۔ (اے اللہ تو گواہ رہنا) دسویں ذوالحجہ بروز ہفتہ آپ پھر اپنے ناقہ پر سوار ہوتے۔ مسلمانوں کا بے پایاں سمندر آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت بلال مہار پکڑے ہوئے تھے۔

حضرت اسامہ رضی بن زید نے ناقہ کے پیچھے بیٹھ کر کپڑا تان دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ حج کے مسائل سیکھ لو۔ نہیں معلوم کہ اس حج کے بعد دوسرے حج کی نوبت نہ آسکے۔ اور حضور کا یہ فرمان درست نکلا۔ یہ حج آپ کا آخری حج ثابت ہوا۔ اسی لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

یہاں پھر حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد سے رہنے کی تاکید فرمائی۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ یہ تمام احکام ان لوگوں کو پہنچا دیں۔ جو یہاں موجود نہیں۔ خطبہ کے بعد آپ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔

غالباً اس وقت جب یہ آپ آخری فرض ادا کر رہے تھے۔ خداوند کریم کی طرف سے بشارت ہوئی۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو پورا کر دیا۔ اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو چن لیا۔

حضور اکرم نے قربانی سے فارغ ہو کر سر کے بال اتروائے۔ لوگوں نے ان بالوں کو تبرکاً اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت خالد بن ولید نے حضور کے چند بال اپنی ٹوپی میں سی لئے۔ جس کی برکت سے وہ ہر اس معرکہ میں کامیاب ہوئے۔ جس معرکہ میں انہوں نے ٹوپی کو استعمال کیا۔

حج سے فارغ ہو کر حضور نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ جب آپ خم غدیر کے مقام پر پہنچے۔ تو حضور نے مجمع میں کھڑے ہو کر فرمایا۔

جو مجھ سے دوستی رکھتا ہے۔ وہ علی کو بھی دوست رکھے۔ یا اللہ جو علی سے محبت رکھے۔ تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو علی سے دشمنی رکھے۔ تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں رات بسر کی۔ اور صبح نماز سے فارغ ہو کر کوچ کیا۔ اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

۲۶ صفر سنہ ۱۱ھ کو مسلمانوں کو جنگ روم کی تیاری کا حکم دیا۔ اور ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ کو حضرت اسامہ کی سرکردگی میں لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ اسی رات آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ اگلے روز بھی کوئی افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ زیادہ ترقی کر گیا۔

حضور اکرم نے حرم محترم سے فرمایا۔ اگر سب اجازت دو۔ تو میں عائشہ صدیقہ کے ہاں قیام کروں۔ سب نے بخوشی اجازت دی۔ چونکہ آپ کے ضعف زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس لئے حضرت علی اور حضرت عباس نے بمشکل بازو تھام کر حضور کو حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاں پہنچایا۔ جب

تک قوت رہی۔ آپ نماز مسجد میں جا کر ادا کرتے۔

ایک روز عشاء کے وقت آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا نماز ہو گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا۔ آپ کا انتظار ہے۔ آپ نے غسل فرمایا اور اٹھنا چاہا۔ کہ غش آ گیا۔

تین دفعہ آپ نے غسل فرمایا۔ اور پوچھا۔ کیا نماز ہو چکی۔ تینوں دفعہ حضرت عائشہ نے عرض کی۔ آپ کا انتظار ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوبکر میری جگہ نماز پڑھائیں۔

حضرت ابوبکر نے امامت کی۔ اور کئی روز تک نماز پڑھائی۔ ایک روز حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ حضور تشریف لائے۔ اس روز حضور کو کچھ افاقہ تھا۔ حضرت ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے۔

حضور نے ان کو پکڑ کر وہیں قائم رکھا۔ اور ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ وفات سے چار روز پیشتر آپ نے بیہوشی کی حالت میں فرمایا۔ کاغذ اور قلم دوات لاؤ۔ تمہارے لئے کچھ لکھ دوں۔

حضرت عمر نے کہا ہمارے سے کہا ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کو افاقہ ہوا۔ تو آپ نے تین وصیتیں فرمائیں۔

۱۔ کوئی مشرک عرب میں نہ رہنے پائے۔

۲۔ سفرا کا احترام کیا جائے۔

۳۔ اسامہ کے لشکر کو ضرور روانہ کیا جائے۔

اس کے بعد مرض نے پھر غلبہ کیا۔ ظہر کے وقت طبیعت کو پھر کچھ

سکون ہوا۔ آپ نے غسل کی خواہش ظاہر کی۔ اور غسل فرمانے کے بعد حضرت عباس اور حضرت علی تھام کر مسجد میں لائے۔

ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور نے اشارہ سے روکا۔ اور پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے اعلان فرمایا۔ اگر کسی کا قرضہ مجھ پر ہو۔ تو وہ اب وصول کر لے۔ ایک شخص نے تین درم قرضہ کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اسی وقت ادا کروا دیا۔

حضور پھر حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لائے۔ آپ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ اور اپنی پھوپھی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے فاطمہ یہ خیال نہ کرنا۔ کہ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔ آخرت کے روز میں تمہیں نہ بچا سکوں گا۔ تمہارے نیک اعمال ہی تجھے بچا سکیں گے۔ اور اے میری پھوپھی عقبےٰ میں نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔

آنحضور صلعم حضرت عائشہ صدیقہ کے سینے پر سر رکھے لیٹے تھے مرض نے پھر شدت اختیار کر لی۔ حضور نے حضرت فاطمہ زہرا کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ حضرت امام حسن اور حسین کو پیار کیا۔ اور پھر سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگو تم کو اللہ سے ڈرانے کے لئے آیا تھا۔ اب تم کو اللہ کے سپرد کر کے واپس جا رہا ہوں۔ مجھے میرے قریبی رشتہ دار غسل دیں۔ اور جنازہ

قبر کے نزدیک رکھ کر سب الگ ہو جائیں۔ تاکہ ملائکہ نماز ادا کر لیں حضور نے آخری دم تک نماز کی تلقین کی۔

آپ کا کرب بڑھتا گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں نیم کی تازہ مسواک تھی حضور نے مسواک کی طرف دیکھا۔ حضرت عائشہ نے سمجھ لیا۔ حضور مسواک کرنا چاہتے ہیں اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں میں چبا کر نرم کی۔ اور حضور کو پیش کر دی۔

حضور نے مسواک کی۔ آپ کے سینے میں سانس کی گڑگڑاہٹ محسوس ہوئی۔ کچھ وقفہ کے بعد آپ کے لب ہلے آپ فرما رہے تھے۔ امتی امتی الصلوٰۃ الصلوٰۃ یہ کہتے کہتے آپ کے ہاتھ لٹک گئے۔ حضور کی آنکھیں چھت کی طرف لگ گئیں۔ اور روح اطہر عالم اقدس کی طرف پرواز کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

جس روز حضور کا وصال ہوا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ سہ پہر کا وقت تھا۔ اس وقت آپ کی عمر ساٹھ برس سے دو چار روز زیادہ تھی۔

جب آنحضور صلعم کی وفات کی خبر مسجد نبوی میں پہنچی۔ تو صحابہ کرام پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ وہ غم کی وجہ سے بدحواس ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ جو یہ کہے گا۔ کہ حضور وفات پا گئے ہیں۔ اس کی گردن اڑا دوں گا۔ وہ حالت جوش میں بے خود ہو رہے تھے۔

جب آپ کی وفات کی خبر مدینہ میں عام ہوگئی۔ تو مسلمانوں کے دلوں پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

حضرت ابوبکر صدیق اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے حجرے میں گئے دیکھا سب زار و قطار رو رہے ہیں۔

آپ نے چادر کا گوشہ حضور کے چہرہ منور سے ہٹایا۔ اور روتے ہوئے فرمایا۔ آپ زندگی میں بھی پاک رہے۔ اور مرنے کے بعد بھی۔ اس کے بعد آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اور ایک جگہ کھڑے ہو کر فرمایا۔

اگر تم محمد صلعم کو پوجتے تھے۔ تو وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اگر خدا کی بندگی کرتے تھے۔ تو وہ زندہ ہے۔ اور کبھی نہ مریگا۔ پھر ایک قرآن مجید کی آیۃ تلاوت فرمائی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔

محمد ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گذرے ہیں۔ اگر محمد صلعم مرجائیں۔ تو کیا تم کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے اللہ کا کیا نقصان ہوگا۔ عنقریب اللہ اسلام پر قائم رہنے والوں کو اچھا صلہ دے گا۔

یہ آیۃ سن کر حضرت عمر کا جسم کانپنے لگا۔ اور خود فراموشی دور ہوگئی آپ بعد میں فرمایا کرتے تھے۔ خدا ابوبکر کا بھلا کرے۔ ان کی تقریر سن کر میرے حواس بجا ہوئے۔

آنحضور کی وصیت کے مطابق آپ کے اعزہ و اقارب نے آپ کو غسل اور کفن دفن کی خدمت انجام دی۔ حضرت ابو عبیدہ اور ابو طلحہ نے بغلی قبر کھود دی۔ آپ کی وفات دوشنبہ کے دن ہوئی۔ اور سہ شنبہ

تک لوگ جنازہ کی نماز ادا کرتے رہے۔

حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت اسامہ بن زید نے قبر میں اتارا۔ اور تمام مسلمانوں نے مٹی دی آپ حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن ہوئے۔ وہ حجرہ آجتک روضۂ نبوی کے نام سے موسوم ہے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و بارک وسلم

غیر مسلم اسلام کی صداقت کے معترف

اسلام کی حقانیت اور صداقت کے بارے میں ہم یورپ اور ہندوستان کے ان مشہور مدبرین کے خیالات ذیل میں درج کردینا ضروری سمجھتے ہیں جن کی علمیت استعداد اور قابلیت کی ساری دنیا معترف ہے۔ تاکہ اندازہ ہوجائے تاکہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے بارے میں مسلمانوں کی نہیں بلکہ غیر مسلم علما کی کیا رائے ہے۔

روسی فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی

نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے اتحاد ام

کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کے لئے یہ بالکل کافی ہے۔ کہ انہوں نے وحشی انسانوں کو نورِ حق سے کی جانب ہدایت کی۔ اور ان کو ایک اتحاد صلح پسند اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنے والا بنا دیا۔ اور ان کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دئیے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے۔ کہ اتنا بڑا کام ایک فردِ واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔

فرانس کا مشہور مستشرق موسیو سیدیو قرآن کیا ہے۔ ایک واجب التعظیم کتاب ہے جس نے بتایا ہے۔ کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں۔ اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ فضل و کمال، عیب و نقصان، حقیقتِ اشیاء، عبادت و اطاعت، گناہ و معصیت، غرضیکہ کوئی بات ایسی نہیں۔ جس کا جامع قرآن نہ ہو۔ قرآن کی جملہ تعلیمات فلسفہ اور حکمت پر چلتی ہے۔ جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتی ہے۔

قرآن اعتدال میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کو تاریکی سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے۔

(تاریخ عرب)

مہاتما گاندھی کی رائے میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرنے کا عادی ہوں میں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اسلام

ایک ایسا مذہب ہے۔ جس میں اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم ہے۔ اور جس نے انسان کو سچائی کا راستہ دکھایا ہے۔ اور برابری کی تعلیم دی گئی ہے۔ میں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے مفید باتیں و ہدایتیں ہیں۔

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن محمد مصطفےٰ صلعم کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک ہے۔ قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ ایک صاحب فہم جو خدا تعالےٰ کے وجود اور اس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہے مسلمانوں کے عقیدہ کی نسبت کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ ایسا عقیدہ ہے۔ جو ہماری موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔

بحر اوقیانوس سے لے کر دریائے گنگا کی انتہا تک الغرض مشرق سے مغرب تک قرآن مجید کو نہ صرف اصول دین کے لئے قانونِ اساسی تسلیم کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ بھی اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ قرآن، احکام، تعزیرات اصولِ تمدن و اجتماع قوانین معاشرت کے لئے ایک جامع کتاب ہے۔

شریعت اسلام کے احکام تمام لوگوں پر یکساں حاوی ہوتے ہیں۔ یعنی بادشاہ سے لے کر ایک مفلوک الحال فقیر تک ان کا مساوی اثر پڑتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شریعت اسلامیہ کی بنیاد ایسے مستحکم اصولوں پر قائم کی گئی ہے۔ جس کی نظیر تمام دنیا کے ادیان مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔

سر اینی بیسنٹ اسلام دیگر مذاہب میں اس لئے ممتاز ہے۔ چونکہ اسلام کے برگزیدہ اور جلیل القدر پیشوا کے حالات زندگی میں ابہام

یا اسرار کا کوئی ایسا عنصر ملا ہوا نہیں پایا جاتا۔ جو دوسرے بڑے بڑے ادیان مذہب کے گرد حلقہ زن نظر آتا ہے۔ حضور پیغمبر اسلام کی مبارک زندگی، سادگی شجاعت و شرافت کی تصویر تھی۔ اور آپ کے کارنامے ان بڑے انسانوں کی زندگیوں کی یاد دلاتے ہیں۔ جو اپنے نام تاریخ کے اوراق میں چھوڑ گئے ہیں۔

پادری کینن آیزک ٹیلر اسلام نے مذہب کا اصل اصول خدا کی وحدانیت اور عظمت قرار دی۔ رہبانیت اور خانہ لنقینی کو مٹا کر جوانمردی قائم کی۔ انسانوں میں باہمی اخوت قائم کی۔ اور فطرت انسانی کی ضروریات کو تسلیم کیا۔

مذہب اسلام میں جو صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ان کو پست اقوام بھی سمجھ سکتی ہیں۔ مثلاً اعتدال، صفائی، عفت، انصاف، علم، بہادری، احسان، مہمان نوازی راستی وغیرہ۔ اہل اسلام کے اخلاق ہم عیسائیوں سے بڑھے ہوتے ہیں۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا۔ پرہیزگاری، خیرات، راستی باہمی اخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام ایک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں۔ جس کی ہم تقلید کریں۔ تو ہمارے لئے بہتر ہو۔

اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زناکاری جیسی برائیوں کو جنہوں نے عیسائی ملکوں کو ذلیل و خوار کر رکھا ہے۔ یک قلم موقوف کر دیا۔ اسلام میں بلا کا استحکام اور جاذبیت ہے۔ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو جاتا ہے۔

موسیو ادجین کلوفل جب ہم اس زمانہ پر غور کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے

اپنی نبوت اور رسالت کا علم بلند کیا۔ اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا ہے۔ جو دنیا کی ملکی، مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے۔ تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں۔

کہ ایک ایسا عظیم الشان اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی ہے۔ کس طرح قائم کیا گیا۔ پس ہم دل سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ اسلام لیگ ایک ایسا مجموعہ قوانین ہے۔ جو ہر لحاظ سے بہترین ہے۔

مشہور مورخ ارکھاٹ اصول شرع اسلام میں سے ہر ایک اصل کو دیکھئے تو فی نفسہ ایسی عمدہ اور موثر ہے۔ کہ شارع اسلام کے شرف و فضیلت کے لئے قیامت تک کے واسطے کافی ہے۔ اسلام کے اصول کے مجموعہ سے ایک ایسا نظام سیاست قائم ہو گیا ہے۔ جس کی قوت اور متانت کے سامنے تمام سیاسی نظام ہیچ ہیں۔

ایک ایسے شخص کے زمانہ حیات میں، جو ایک وحشی اور کم ظرف قوم کے قبضہ میں تھا۔ وہ شرع شائع ہو گئی۔ جو سلطنت قاہرہ اور رومتہ الکبریٰ سے کہیں وسیع اور عظیم تھی۔

پروفیسر آرنلڈ مسلمانوں کی پنج وقتہ نماز کا طریقہ ایسا موثر ہے۔ کہ نمازی اور تماشائی دونوں کے دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ فرانس کے مشہور پروفیسر ارنسٹ رینان نے سچ کہا ہے۔

جب میں کسی بھی مسجد میں گیا۔ میں نے ہمیشہ ایک دلی جوش اور خاص کیفیت محسوس کیا۔ بلکہ اجازت ہو۔ تو یہ کہوں۔ کہ میں جب کبھی کسی مسجد میں گیا۔ تو اپنے

مسلمان نہ ہونے پر مجھ کو ضرور افسوس ہوا۔

اگر پروفیسر رینان جیسے شخص کی زبان سے یہ الفاظ نکلے بغیر نہ رہ سکے۔ تو پھر ایسا کون سا شخص ہے۔ جو اسلام کی طریق عبادت اور تعلیمات سے متاثر نہ ہوتا ہوگا

(پریچنگ آف اسلام)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹل قرآن وہ کتاب ہے۔ جس میں مسئلہ توحید ایسی نفاست پاکیزگی اور کمال تیقن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ اسلام کے سوا یہ مسئلہ کسی مذہب میں اس سے بہتر طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا غرض جو مذہب ایسا ٹھیک اور استوار ہو۔ اور جس میں دینیات کے دقیق اور مشکل مسائل اس طرح وضع کئے گئے ہوں۔ کہ معمولی عقل والے بھی اس کو سمجھ سکیں۔ تو اس میں ضرور انسان کے ایمان پر اثر کرنے کی زبردست طاقت موجود ہے۔

(عیسائی مذہب اور حریف مسلمان)

مسٹر جان ڈیون پورٹ اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔ جس کے اصول سے سب کو اتفاق ہے۔ اور جس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جو سمجھ میں نہ آئے۔ اسلام نے کسی غیر مذہب کے مسائل پر کبھی دست اندازی نہیں کی۔ نہ غیر مذہب والوں کو تکلیف دی۔ اور نہ یہ ارادہ کیا۔ کہ غیر مذہب کے لوگوں کو جبر سے اسلام قبول کرائیں۔

اسلام کی تعلیم ہے۔ کہ مذہب میں زبردستی ہرگز نہ ہونی چاہیئے۔ اسلام اور قرآن نے بنی نوع انسان پر احسانِ عظیم کیا ہے۔ قرآن شریف کے سبب سے بردہ فروشی جاتی رہی۔ اور یہ رسم بھی جاتی رہی۔ کہ زمین کے ساتھ اس

کے خدمت گار بھی فروخت کئے جاتے ہیں۔

اسلام صرف یہ حکم نہیں دیتا کہ مسلمانوں کے ہی ساتھ انصاف کیا جائے بلکہ ان لوگوں کی حفاظت کا بھی حکم دیتا ہے۔ جن پر اہلِ اسلام سے غالب آئیں قرآن اور اسلام نے ناجائز محصولوں کو ختم کر دیا۔ تجارت کو ترقی دی۔ اور اسلام کی وجہ سے غیر مذاہب کے لوگوں کو بھی آزادی حاصل ہو گئی۔

(بابو جی نار محمد اینڈ قرآن)

جوزف طامس ایک معمولی عقل و سمجھ کا مسلمان بھی جہاں جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ جو دوسروں پر ضرور اثر کرتی ہیں۔ صبح دوپہر اور شام کو اسلام کے حکم کا نعرہ (اذان) بلند ہوتا ہے۔ اور وہ سر جو پہلے پتھروں اور حیوانوں کے آگے جھکا کرتے تھے۔ اب خدائے واحد کے آگے جھکتے ہیں۔

وہ ہونٹ جو پہلے خوشی کے ساتھ اپنے ہم جنس بھائی کے گوشت پر ہلتے تھے۔ اب اس قادرِ مطلق کی عبادت پر ہلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے معیارِ اخلاق کو بے حد بلند کر دیا ہے۔

(دینِ اسلام)

پروفیسر طامس کارلائل آفتابِ اسلام نے ایک بنجر ریگستان سے طلوع ہو کر غرناطہ سے لے کر دہلی تک کو روشن کر دیا۔ اسلام نے دختر کشی کا انسداد کیا۔ اسلام نے غلامی کو مٹا دیا۔ اسلام نے ملکی حقوق میں سب کو برابر کر دیا۔ اسلام نے اپنے پیروانِ مذہب کے ساتھ ہی انصاف

نہیں کیا۔ بلکہ ان سے بھی انصاف کیا۔ جو اسلام نہیں لائے۔

اسلام نے محصول کو گھٹا کر دسواں حصہ کر دیا۔ اسلام نے مال کی حفاظت کا نفع اور خون کا بدلہ بغیر حکم عدالت کے لینا موقوف کر دیا۔ اسلام نے صفائی اور پرہیزگاری کی تعلیم دی۔ اور حرام کاری کو موقوف کر دیا۔ اور ہر ایک شخص کی تعظیم کرنے کی ہدایت کی۔

اسلام کے جو نتائج دنیا کے سامنے آئے۔ وہ اس قدر وسیع دقیق اور مستحکم ہیں۔ کہ انسان کے خیال میں کچھ بھی نہیں آ سکتے۔ اور حیرت ہے۔ کہ یہ سب کچھ ایک فرد واحد نے کیا۔ جس نے کہ انسانوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔

قرآن مجید کو پڑھ کر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس کتاب کی سب سے پہلی خصوصیت اس کا خالص اور اصلی ہونا ہے۔ میری دانست میں قرآن شریف کا سب سے بڑا وصف یہ ہے۔ کہ وہ ہر لحاظ سے سچا ہے۔

(ہیرو اینڈ ہیروز ورشپ)

جارج برنارڈ شاہ — دنیائے مذہب کا دور ختم ہو رہا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اگر کوئی مذہب باقی اور برقرار رہ سکتا ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔ جس میں عبادت سے کہیں زیادہ سیاست اور معاملات پر زور دیا ہے۔ یہی مذہب فطرت انسانی کے لئے سرمایہ سکون بن سکتا ہے۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے۔ کہ اگر دنیا کا آئندہ کوئی مذہب ہوگا۔ تو وہ اسلام ہی ہوگا۔ چونکہ اس میں بنی نوع انسان کی مکمل طریقہ پر رہنمائی کی

کی گئی ہے۔

گاڈفری ہیگنس جب طویل طویل عیسائی مذہبوں پر غور کیا جائے۔ تو ممکن ہی نہیں۔ کہ ایک فیلسوف اور حکیم دین اسلام کی خوبی سادگی اور سریع الفہم ہونے پر نہ چھپتا ہے۔ اور دل میں یہ خیال نہ کرے۔ کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہُوا۔

مجھ کو کوئی ایسا مذہب یاد نہیں۔ جو پیچیدہ اور ناقابل فہم مسائل سے پر نہ ہو بجز اسلام کے جو نہایت سادہ اور حکیمانہ ہے۔ اسلام میں نہ بپتسمہ ہے نہ مورت نہ خدا کی ماں کے احترام سے یہ داغدار ہے۔ اور نہ اسلام میں ایسے مسائل ہیں۔ کہ ایمان بغیر عمل کے مکمل ہو سکے۔ اور نزع کے وقت کی توبہ کام آئے۔ یا صرف اقرارِ گناہ سے گناہ معاف ہو سکیں۔

اسلام کی جاذبیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ تھویں صدی کے آخر میں بت پرست ترکوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے سلطنت بغداد کو تباہ کر دیا۔ لیکن ان ہی فاتحوں نے تھوڑے سے ہی عرصہ میں مغلوب مسلمانوں کا مذہب بھی اختیار کر لیا۔

ڈاکٹر گستاولی بان پیغمبر اسلام نے جس مذہب کی اشاعت کی۔ وہ ایک نہایت سادہ اور مکمل مذہب ہے۔ اسلام کا مکمل اور تمدنی اثر فی الحقیقت لامحدود ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا ہی اثر تھا۔ کہ ایک صدی کے اندر عربوں کی حکومت دریائے سندھ سے لے کر اندلس تک پہنچ گئی تھی۔ اور ان تمام شہروں میں جہاں اسلامی پرچم لہرا رہا

تھا۔ ایک حیرت انگیز ترقی نظر آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اسلام وہ مذہب ہے۔ جس کے اعتقادات کو مسائل علوم طبعی کے ساتھ پوری مطابقت حاصل کی ہے۔

ان اعتقادات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہمارے اخلاق کو نرم اور بہتر بنائیں۔ اور ہم میں نیکی اور انصاف اور دوسرے مذاہب کی رواداری پیدا کریں۔ دنیا میں مذہب پیدا ہوئے اور مٹ گئے۔ لیکن مذہب اسلام کے اعتقادات کو زمانہ نہ مٹا سکا۔ اور آج بھی ان کا اثر ویسا ہی پر سوز ہے جیسا پہلے تھا۔

اسلام میں بلا کی جاذبیت ہے۔ اس کا پیرو کبھی منحرف نہیں ہوتا چنانچہ جس وقت عیسائیوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا۔ تو اس وقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا۔ مگر مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا۔ کیا اسلام کی جاذبیت اور حقانیت کی اس سے بڑھ کر کوئی تاریخی دلیل ہو سکتی ہے۔

موسیو لیون راس دین اسلام تمام دوسرے مذہبوں سے بہتر اور افضل ہے۔ جو لوگ اس میں عیب نکالتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اسلام ایک جامع الکمالات قانون ہے۔ جس کو انسانی طبعی اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا اور درست ہے۔ زمانہ حال میں جتنے قانون نوع انسان کی فلاح کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ وہ سب اس مقدس مذہب میں پہلے سے مفصلاً موجود ہیں۔

ہیں نے اس خاتون پر اچھی طرح سے غور کیا۔ جس کو موسیو جول سیمون نے مذہب طبعی کا خطاب دیا ہے ہیں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کا استنباط اسلام ہی کے اصول و قواعد سے کیا گیا ہے۔ میں نے اس بات کو بھی بہ نظر تعمق دیکھا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم کا مسلمانوں کے دل و دماغ پر کیا اثر پڑتا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اسلام کی تعلیم نے پیروان اسلام کے سینے شجاعت علو حوصلگی سے بھر دئے ہیں۔ اور ان کو نرمی و مروت اور اعلیٰ اخلاق سے مالا مال کر دیا ہے۔

ایک مسلمان شخص نہایت صاف باطن ہوتا ہے۔ اس کو دوسرے شخص پر کبھی بدگمانی نہیں ہوتی۔ اس کو راست بازی اور تقوے سے اس قدر شغف ہوتا ہے۔ کہ معدودے چند مسلمانوں کو چھوڑ کر عام طور پر مسلمان محض حلال اور جائز طریقوں سے رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
یہی وجہ ہے۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی بنسبت مسلمان کم مالدار ہوتے ہیں۔ اگر اس دین میں ایسے باخبر اور محقق افراد کافی تعداد میں ہوتے۔ جو لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے واقف کرتے۔ تو آج دنیا کا واحد مذہب اسلام ہوتا۔

پادری مرقس ڈاڈو مذہب اسلام کی سادگی نے اس کی جلد جلد اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس کی تعلیمات اس قدر سادہ ہیں۔ کہ جاہلوں کی تلقین کے لئے بھی کسی مشرح تفصیل کی ضرورت نہ پڑی۔ وحشی نے پہلے ہی سبق میں اس کی حقیقت

کو سمجھ لیا۔

اس کے مطالب کو سمجھنے کے لئے زیادہ مدت تک مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ جس سے عقل انسانی کو ایک فطری مناسبت ہے۔ اور جس نے مشرکین تک کے دلوں میں اپنی طرف سے تنفر کیا جن لوگوں کو الٰہیات کے پیچیدہ مسائل میں حق کے دریافت کرنے سے مایوسی ہو چکی تھی۔ ان کے لئے یہ امر باعث تسکین ہوا۔ کہ ایک سیدھا سادہ مذہب ان کے ہاتھ آگیا۔ جسے تسلیم کرنے پر وہ مجبور ہو گئے۔

(محمد بدھا اور مسیح)

سر ولیم میور ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جن پر تاریکی مدت سے چھا رہی تھی۔ کالعدم کر دیا۔ اسلام کی خدائے حق کے روبرو بت پرستی موقوف ہو گئی۔ خدا کی وحدانیت کا مسئلہ حضرت محمد صلعم کے معتقد ان کے دلوں میں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا ہے۔ جیسا کہ خاص محمد صلعم کے دل میں تھا۔

مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جس پر اسلام کا دار و مدار ہے۔ یہ ہے۔ کہ خدائے واحد کی مرضی پر توکل مطلق کرنا بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ خوبیاں ہیں۔ چنانچہ مساوات نشہ بازی سے پرہیز نیکوکاری کی جانب ترغیب یہ سب خوبیاں اسلام میں موجود ہیں۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے۔ کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ ہے۔ جو اور کسی مذہب

میں نہیں پایا جاتا

(لائف آف محمدؐ)

مسٹر باسورتھ سمتھ

مشہور یورپین عالم مسٹر باسورتھ سمتھ لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ پوچھا جائے۔ کہ افریقہ بلکہ کل دنیا کو مسیحی مذہب نے زیادہ فائدہ پہنچایا۔ یا اسلام نے۔ تو جواب میں کہنا پڑے گا۔ کہ اسلام نے۔ آہ! محمد کو اگر قریش ہجرت سے پہلے خدانخواستہ قتل کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں میں گمراہی پھیل جاتی۔ اگر آپ مبعوث نہ ہوتے۔ تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو یورپ میں اور زیادہ تاریکی پھیل جاتی۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو انسان گمراہی کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے۔ جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جملہ صفات اور تمام کارناموں پر انصاف کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ تو ان کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور آپ دنیا کے رہبروں میں سب سے برتر ثابت ہوتے ہیں۔

(محمد اینڈ محمڈن ازم)

شریمتی سروجنی نائیڈو

سابق صدر آل انڈیا کانگریس نے گیا کانگریس کے اجلاس میں فرمایا۔ کہ

(عرب) جہاں خدا نے اونٹ والے کو پیغام بھیجا۔ اور وہ تعلیمات دین جو جمہوریت کا سرچشمہ کہی جا سکتی ہیں۔ ان کے متعلق صحیح طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو مساوات اور اخوت کے ایک رشتہ میں جکڑ دیا۔ اور وہ واقعی طور پر بہترین تعلیمات تھیں۔ (اخبار مدینہ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۳ء)

گاندھی جی

سیرۃ النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدہ میں مزید پختگی اور استحکام آگیا۔ کہ اسلام نے تلوار کے بل پر کائنات انسانیت میں رسوخ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ پیغمبر صلی اللہ وسلم کی انتہائی سادگی انتہائی بےنفسی، اعود و مواثیق کا انتہائی احترام اپنے رفقا و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی۔ جرأت بے خوفی اللہ تعالےٰ پر کامل بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص جو ہر مشکل اور ہر رکاوٹ کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہالے گئے۔

(مسلم راجپوت یکم اکتوبر ۲۷ء)

لالہ راجپت رائے

مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ میرے دل میں پیغمبر اسلام کے لئے نہایت عزت ہے۔ میری رائے میں ہادیان دین و رہبران بنی نوع انسان میں ان کا درجہ بہت اعلےٰ ہے۔

(منقول از پیغمبر عالم)

شہری شہرھے پر کاش دیو

جس طرح دنیا میں اور بزرگ اپنے جلال اور بزرگی کا ایک مستحکم ستون قائم کر گئے ہیں اسی طرح محمد صاحب بھی اپنی فضیلت کا ایک ایسا جھنڈا گاڑ گئے ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے ان کی یادگار رہے۔ یعنی یہی اسلام کا جھنڈا جس کے نیچے اس وقت بیس کروڑ کے قریب دنیا کے آدمی پناہ گزیں ہیں اور ان کے نام پر جان دینے کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ یہ ان کی فضیلت کا بڑا عالیشان نشان ہے۔

(سوانحعمری حضرت محمد صاحب ؐ)

لالہ کشن داس صاحب

حضرت محمد صاحب کی شان میں میرے جیسے ناچیز اور ہیچمدان کا گذارش کرنا یا عرض کرنا سراسر گستاخی بے ادبی اور چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ کیونکہ حضرت ولیوں کے ولی۔ پیروں کے پیر آسمان نبوت کے سورج۔ ہادیان مذاہب کے سرتاج اور رہنمایان دین کے رہبر تھے۔ جس طرح آفتاب عالمتاب کو کسی چراغ یا لیمپ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کسی خاکی انسان کو مدح سرائی ان کی عظمت کو بڑھا نہیں سکتی۔ دینی بزرگی اور دنیوی عظمت ان کے حضور میں ہاتھ باندھے کھڑی ہیں۔ حضرت کے ظہور کے وقت عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ بد معاشی بدچلنی کا بازار گرم تھا۔ خدائے واحد لاشریک کے نام سے لوگوں کو چڑ تھی۔ بیٹی سے شادی کر لینے میں باپ کو کوئی عار نہ تھی۔ گھر گلی کوچے معبد بتوں سے بھرپور تھے۔ لوگ سوشل برائیوں کے شکار بن چکے تھے۔ اور مذہبی توہمات باطلہ کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ ایسے کفر کے زمانہ میں تن تنہا خدائے واحد لاشریک کے نام کا وعظ لوگوں کے کانوں تک پہنچانا اسی شیر خدا کا کام تھا۔ لطف یہ تھا۔ کہ پڑھے نہیں لکھے نہیں۔ مگر وحدانیت کا ننھا سا بیج عرب کے ریگستان میں ایسا بویا۔ کہ بجائے پانی کے اپنے خون جگر سے سینچا۔ آج وہ اتنا بڑا درخت ہو گیا ہے۔ کہ اس کی شاخیں چار دانگ عالم میں پھیل گئی ہیں۔ جس عزت و توقیر اور مان عزت و تکریم صدق و ارادت اور پریم کے ساتھ خاتم الانبیا محمد صاحب کا نام لیا جاتا ہے۔ کسی دیگر پیر پیغمبر، ولی گورو رشی اور نبی کا ہرگز نہیں لیا جاتا۔ جو اخوت پیغمبر اسلام نے قائم کی ہے۔ کوئی

نہیں کر سکا۔ جس مضبوط چٹان پر اسلام کی بنیاد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رکھی ہے۔ وہ نہ کسی کو ملا ہے۔ اور نہ ملے گا۔ یہ ساری باتیں اس امر کا یقینی ثبوت ہیں۔ کہ حضرت محمد صاحب غیر معمولی طاقت والے غیر معمولی انسان تھے۔ اور نوع انسان کی اصلاح کے لئے خدا کے فرستادہ تھے۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول)

کاؤنٹ ٹالسٹائی روسی ادیب

حضرت محمد صلعم ایک اولوالعزم اور مقدس ریفارمر تھے۔ انہوں نے صدیوں کے گمراہوں کو بڑی جد وجہد کر کے سیدھا راستہ دکھلایا۔ اور خدا پرستی کی تعلیم دی۔ اہل عرب بت پرستی کرتے تھے۔ اور ان کے اخلاق وعادات بالکل وحشیانہ تھے محمد صلعم نے ان کو بت پرستی سے روکا۔ اور افعال قبیحہ سے ان کو منع کیا۔ انہوں نے صرف ایک خدا کی عبادت اور پرستش کی تعلیم دی۔ جو تمام جہان کو پالتا ہے۔ اور اس نے سب کو پیدا کیا ہے۔ آپ نے اخوت وہمدردی اور مساوات سے اہل عرب کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارت گری اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ حضرت محمد صلعم مصلح عظیم بن کر آئے تھے۔ اور آپ میں ایک ایسی برگزیدہ قوت تھی۔ جو قوت بشری سے ہر طرح ارفع واعلیٰ تھی۔ جس نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ محمد صلعم کے حالات زندگی پر محققانہ وفلسفیانہ نظر ڈال کر مجھ کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کچھ تامل نہیں ہے کہ بلاشک وہ سچے پیغمبر اور کروڑوں بندگان خدا کے ہادی ورہبر ہیں۔ انہوں نے گمراہ لوگوں میں نور ایمان پیدا کیا۔ ان کے دلوں میں حق پسندی کا جذبہ پیدا

کیا۔ انہوں نے اعلان کیا۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور اس کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں۔ حضرت محمد صلعم نہایت ہی متواضع خلیق روشن فکر اور صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ اہل عرب آپ کی پاکبازی اور دیانت داری کے قائل تھے۔ اور آپ کو "الامین" کہتے تھے۔

(بریبن آف اسلام)

سردار امر سنگھ صاحب مالک اخبار شیر پنجاب مارلائل نے حضرت محمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔ کہ آپ نے ایک عرب کے ذرے ذرے کو ڈائنامیٹ بنا دیا۔ بلاشبہ حضرت محمد صاحب سے پہلے اہل عرب الزاع و اقسام کے توہمات میں مبتلا تھے۔ اخلاق میں بگڑے ہوئے تھے۔ تہذیب ان کی اعلیٰ نہیں تھی۔ مذہب ان کا بتوں کی پوجا تک محدود تھا۔ فلسفہ و سائنس وغیرہ علوم سے وہ ناآشنا تھے۔ انہی لوگوں میں پیدا ہو کر حضرت محمد صاحب نے عرب کی ریت کے ذروں میں نہ صرف یہ کہ جان ڈال دی۔ بلکہ انہیں ڈائنامیٹ بنا دیا۔ جن سے دنیا بھر کی سلطنتوں بادشاہوں اور حکومتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ اور تمدن، تہذیب و اخلاق کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ جن عربوں کو حضرت محمد صاحب سے پہلے عرب کی حدود سے باہر کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ ان کے پرچم دنیا کے ایک بڑے حصہ پر لہرائے۔ اور ایشیا یورپ و افریقہ کے کئی بڑے بڑے ممالک ان کے زیر نگیں رہے۔ حضرت محمد صاحب نے تمام دنیا سے پس افتادہ

عربوں میں کیا روح پھونکی۔ جس سے وہ اس قدر طاقتور بن گئے۔ یہ روح واہگورو اکال پرکھ سرب شکتی مان کی ہستی و توحید میں ایمان و اعتقاد تھا۔

(اخبار شیر پنجاب لاہور [illegible])

لالہ شام لال ستیارتھی ایڈیٹر گورو گھنٹال حضرت محمد صلعم دنیا کی وہ بڑی شخصیت ہے۔ کہ جس پر دنیا کی طاقت رعب اور ہمت جس قدر فخر کرے تھوڑا ہے۔ بدھ کو اپنی زندگی میں بہت کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مسیح اپنی زندگی میں مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن محمد صلعم کو اپنی زندگی میں ہی وہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کی مثال اس وقت دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ موسےٰ کے شاگردوں نے کئی دفعہ موسےٰ سے منہ پھیرا اور اس کے حکم سے روگردانی کی۔ مسیح کے خاص شاگردوں نے اسے گرفتار کرا دیا۔ اور دوسرے نے اس کے ساتھ گرفتار کئے جانے کے خوف سے اس پر لعنت بھیج دی۔ مگر محمد صلعم کے پیروؤں نے اپنے استاد کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا۔ بلکہ جو بات ایک دفعہ حضرت کے منہ سے نکل گئی۔ اس کے لئے خواہ کچھ بھی کرنا پڑا۔ ان کے مریدوں نے کیا۔ اور کبھی پیچھے نہ ہٹے۔ ان کی تلوار نے ہزاروں گردنیں تن سے جدا کردیں۔ مگر محمد صلعم کے الفاظ کی بے حرمتی نہ ہونے دی۔ حضرت محمد صلعم ایک ایسا انسان تھا۔ جسے استقلال کا پتلا کہا جاوے۔ تو مناسب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نبوت اور رسالت کا خیال یا دعوےٰ ایک ایسا خیال ہے۔ جسے تمام دنیا نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ مگر یہ دعوےٰ خالی از خطرات نہیں ہے۔

اس دعوے کے لئے موسیٰ پر مصیبتوں کا پہاڑ گرا۔ مسیح غریب دار پر کھینچا گیا۔ اور محمد کو بھی کئی دفعہ خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بزدل انسان یہ دعوے نہیں کر سکتا۔ ایک ڈرپوک اس خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دے سکتا۔ اس خیال کو وہی شخص دل میں لا سکتا ہے۔ جس نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھا ہو۔

(دُنیا کے نو مذہبی ریفارمر)

مسٹر ونگٹار تنام مدراس

قرآن مجید کے مہبط اور اسلام کے داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے صفحات پر نہایت صاف روشنی میں کھڑے ہیں۔ حالانکہ ان کے مقابلہ میں مسیح کی تصویر دھندلی ہے۔ اور بدھ کی ان سے زیادہ دھندلی ہے۔ ۵۷۱ء میں وہ مکہ میں ایک ایسی قوم کے درمیان پیدا ہوئے۔ جو بت پرستی اور معصیت پیشہ زندگی میں مبتلا تھی۔ ان کی زبردست عقل سلیم اور ذہن صحیح نے ابتدا ہی میں اس قسم کے اعمال سے بغاوت کر دی۔ اور ۴۰ سال کی عمر میں انہوں نے بت پرستی اور دوسرے مکروہ مروجات کو باطل قرار دے کر خالص سامی وجدان کے ساتھ وحدانیت الٰہی کا اعلان کر دیا۔ وہ اللہ کے ایک سچے بندے اور اس کے فرمانبردار پیغام رساں تھے۔ اپنے مشن کے آسمانی مشن ہونے پر ان کا یقین و اذعان اتنا پکا تھا۔ کہ سخت سے سخت آزمائشوں اور خطرناک مواقع پر بھی اس میں کسی قسم کی کمزوری نہ آئی۔

کامیابی کا نشہ اور شخصی رفعت طلبی کا جذبہ ایک لمحہ کے لئے

بھی ان کو اس عزم و استقامت اور مرض جوئی حق کے مرکز سے نہ ہٹا سکا۔ جس پر وہ اول دن سے قائم ہوئے تھے۔ محمد رسول اللہ نے دنیا کے ساتھ اتنا احسان کیا ہے۔ کہ کسی دوسرے انسان نے نہیں کیا۔

(الجمیعتہ ۶ فروری ۲۸ء)

MC LIBRARY Nankana Sahib
Acc. NO: 020411NS
Date: 16-09-2027
Managed by Chughtai Public Library

ختم شد

اسی مصنف کی مندرجہ ذیل کتب زیر طبع ہیں۔

سوانحعمری حضرت ابوبکر صدیق سوانحعمری حضرت عمر بن الخطاب
سوانحعمری حضرت عثمان غنیؓ سوانحعمری حضرت علی مرتضےٰ
اللہ کی تلوار (خالدؓ) وغیرہ وغیرہ

ہر قسم کی کتابیں بارعایت منگوانے کا پتہ

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

شیر دل خواتین اسلام

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صاحب صدیقی مرحوم

خولہ بنت ازور مشہور اسلامی بہادر حضرت ضرار کی بہادر ہمشیرہ جس کے مجاہدانہ کارناموں نے ملک شام کی لڑائیوں میں تہلکہ مچا دیا تھا۔ رابعہ بصری جیسی عالمہ جن کی قرآن دانی کا یہ عالم تھا۔ کہ چالیس برس تک ہر ایک بات کا جواب قرآن مجید کی آیات سے دیتی تھیں۔ حضرت شہر بانو جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ معرکہ کربلا میں صبر کا پورا پورا امتحان دیا۔ بکارہ ورزقا عرب کی وہ شعلہ بیان خاتون جن کی جادو بیانی کی وجہ سے قبیلوں کی تقدیریں بدل جاتی تھیں۔ زبیدہ خاتون جن کی سخاوت کا آج تک کوئی جواب نہیں۔ عرب کے گرم اور پہاڑی میدانوں میں نہر زبیدہ نہ ہوتی۔ تو لاکھوں انسان پانی نہ ملنے کی وجہ سے حج کے موقعہ پر موت کا شکار ہو جاتے۔ شہدہ کاتبہ۔ خوشنویسی میں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں۔ ایسی ایسی کئی ایک خواتین اسلام کے حالات درج ہیں۔ جنکی شاگردی بڑے بڑے جید عالموں نے فخر سے قبول کی مستورات کے لئے بے نظیر تحفہ ہے۔ قیمت صرف تین روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

بہادر خواتین اسلام

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی مرحوم

حضرت صفیہ، حضرت اسما بنت ابی بکر صدیقؓ، حضرت اسما بنت عمیس، حضرت اسما بنت یزید، ام ایمن۔ حضرت ام امارہ، حضرت ام حکیم، ام ابی ہریرہ، ام رومان ام سلیم، ام کلثوم بنت عقبہ، ام ورقہ بنت عبداللہ، خنسا بنت عمرو، خولہ بنت ثعلبہ، درہ بنت ابی لہب۔ ربیع بنت معوذ، زینب بنت ابو معاویہ، سمیہ بنت خباط، فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت خطاب، ہند بنت عتبہ، ام ہانی بنت ابی طالب وغیرہ وغیرہ ان صحابیات رسول اللہ صلعم کے حالات مفصل درج ہیں۔ جن کی بہادری کے کارنامے پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان اسلام کی مایۂ ناز اور بہادر خواتین میں عابدہ، زاہدہ اور عالمہ فاضلہ بہادرہ اور مجاہدہ کے وہ حالات درج ہیں جن کا پاکستانی خواتین کے لئے پڑھنا بے حد ضروری ہے۔ کوئی گھر اور سکول اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ قیمت صرف تین روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

سلطان صلاح الدین ایوبی

مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی مرحوم

جو لڑائیاں بیت المقدس کے لئے لڑی گئیں۔ انہیں فرنگی مورخ محاربات صلیبی لکھتے ہیں۔ ان لڑائیوں میں سے ایک لڑائی سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ ہوئی۔ مقابلے پر انگلستان، جرمن، فرانس، اٹلی، ناروے اور دیگر تمام یورپ کے عیسائی بادشاہ پوپ، پادری، نیں جاگیردار اور بانکے نائٹ لاکھوں فوجیں اور بے شمار سامان حرب کے ساتھ یورپ کی حسین اور بے حجاب لڑکیاں بھی شریک ہوئیں۔ انہیں مذہبی پیشواؤں نے ہر طرح کی کھلی اجازت دے دی۔ **انجام**۔ اس عیسائی لشکر کی شکست کی خبر جب یورپ میں پہنچی۔ تو کہرام مچ گیا۔ پوپ اربن ثالث کو ایسا صدمہ ہوا۔ کہ وہ یہ خبر سنتے ہی مر گیا۔ ہر مسلمان کو اس مجاہد اعظم کے کارناموں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ قیمت صرف چھ روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

سیف اللہ خالدؓ

مصنفہ مولٰینا محمد صادق حسین صاحب صدیقی مرحوم

شیر اسلام مجاہد اعظم حضرت خالد بن ولید کے مفصل حالات ان کی عظیم الشان فتوحات بے مثل شجاعت، عدیم النظیر جرأت وہمت اور فراست و تدبر کے کارنامے نہایت ہی مبہوت کن اور لرزہ براندام کر دینے والے ہیں۔ انہوں نے بیشمار جہاد کئے۔ اور ہر جہاد میں کامیاب ہوئے۔ ناقابل تسخیر قلعوں کو فتح کیا۔ بیشمار دشمنوں سے جا بجا بڑے بڑے دلیروں سے لڑے۔ اور ہر دشمن کو زیر کیا۔ فاتحان عالم کی فہرست میں ان کا نام ممتاز نظر آتا ہے۔

خدا کرے۔ ہم مسلمانوں میں بھی خالد جانباز کی سی شجاعت و دلیری جرأت و ہمت پیدا ہو جائے۔ قوم کا ہر فرد خالد بن جائے۔ پھر ہماری عظمت رفتہ لوٹ آئے۔ اور پھر ہم عزت و جلال کے ساتھ رہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف آنکھ اٹھا کر ترچھی نظر سے نہ دیکھے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے از حد ضروری ہے۔

قیمت تینوں حصے صرف سات روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

معرکہ کربلا

مصنفہ مورخ اسلام مولینا محمد صادق حسین صدیقی مرحوم

دنیا میں بہت سے حادثات ہوئے خدا کے نیک بندوں پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔ پیغمبروں اور اولیاؤں کے امتحانات لیئے گئے۔ لیکن جو مصیبت جگر گوشۂ رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ جو صبر آزما امتحان آپ کا لیا گیا۔ تاریخی اور مذہبی دنیا میں اس کی نظیر آجتک نہیں ملتی۔ حضرت امام حسین کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے مفصل حالات صحیح تاریخوں سے اخذ کر کے نہایت سلیس اردو زبان میں بیان کیئے گئے ہیں۔ آپ کے صبر و استقلال، جرأت و ہمت اور بے کسی اور مظلومی بے چارگی کا مرقع ہے۔ اس قدر زیادہ صحیح واقعات آپ کو کسی دیگر کتاب میں نہ مل سکیں گے۔ قاتلان حسین کا عبرتناک انجام بھی دکھایا گیا ہے۔ قیمت صرف پانچ روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور

پاکستان

امہات المومنین

مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی

دُنیائے اسلام کی وہ نایاب کتاب جس کا ہر اسلامی گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی زندگیوں کے حالات مفصل طور پر درج ہیں مسلمان عورتوں کے لئے یہی وہ واحد کتاب ہے۔ جس کے مطالعہ سے ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی منور ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب خاص طور پہ چھاپی گئی ہے۔ تاکہ اس زمانے کی خواتین اسلام اسے پڑھ کر سبق حاصل کریں۔ اور اپنی پستی و پست خیالی کو دور کر کے امہات المومنین کے نقش قدم پر چل کر قوم کو پھر معراج ترقی پر پہنچا دیں۔ قوم کی تعمیر عورتوں سے ہی ہوتی ہے۔ اور عورتیں ہی اپنے نونہالوں کو تربیت دے کر ہونہار اور قابل بناتی ہیں اور یہی بچے بڑے ہو کر قوم کی قسمت بناتے ہیں۔ بچیوں کو اس کتاب کا پڑھایا جانا نہایت ضروری ہے۔ ہر پڑھی لکھی خاتون کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ان پڑھ بہنوں کو پڑھ کر سنائے۔ قیمت تین روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

اسلامی کتابیں
آفتاب عالم
عرب کا چاند
معرکہ کربلا
محمد قاسم
صلیبی جہاد
معرکہ صلیب
مشرق کی حور
حمیرا
بہادر عرب
ہاشمی دوشیزہ
طارق
سلطان صلاح الدین

نیا اور تازہ کلام

میلادِ صوفی

مصنفہ نسیم الہند صوفی وارثی میرٹھی صاحب

یہ میلاد شریف آپ کا بالکل نیا اور تازہ کلام ہے۔ اکثر حصہ روضہ رسول مقبول کے سامنے تیار کر کے باادب پڑھا ہوا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت صوفی وارثی صاحب کا یہ نیا میلاد تمام میلادوں سے نرالی حیثیت رکھتا ہے۔ آج تک جتنے میلاد شریف چھپ چکے ہیں۔ ان سے افضل اور مکمل ہے۔ میلاد خوان حضرات کے لئے بے بہا تحفہ ہے۔ مستند عام فہم سلیس دلچسپ عبارت الا ہر موقعہ پر عشق رسول اللہ صلی
دل گرما دینے والا ہر نوعیت سے نرالی حیثیت رکھتا ہے۔ آخر میں
شریف کے متعلق علمائے اسلام کے نئے فتاوے بھی شامل
خریدنے سے پہلے ہمارا پتہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

ملنے کا پتہ جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

تاریخ عالم اسلام
تاریخ خلفائے اسلام
ملنے کا پتہ جہانگیر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور پاکستان
تاریخ ترکان احرار